7

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

14 تا 20 فروری 2012ء / 21 تا 27 ربیع الاوّل 1433ء

اس شمارے میں

جاہلیت جدیدہ بمقابلہ جاہلیت قدیمہ

رسولِ رحمت ﷺ

ملک وملت کی بقا کا ضامن: نظامِ عدل

تفریق بین اللہ والرسل کا فتنہ

عمران خان—ایمان اور اسلامی ریاست

شہباز شریف—اللہ کے ڈر اور میڈیا کے خوف کے درمیان

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

روشنی کا مینار

ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکے کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر فاتح ہو تو بدر وحنین کے سپہ سالار پر ایک نظر ڈالو، اگر استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فریضہ انجام دینا چاہتے ہو تو مکے کے صادق وامین نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو، تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر یتیم ہو تو عبداللہ و آمنہ کے جگر گوشے کو نہ بھولو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایت کے ثالث ہو تو کعبے میں طلوعِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے، مدینے کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی نظرِ انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ ؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ ؓ کے والد اور حسن و حسین ؓ کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو، کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی اور اصلاح کے لیے سامان، تمہارے ظلمت خانے کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔

خطباتِ مدارس

سید سلیمان ندویؒ

سورۃ ہود

(آیات 29 تا 34)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا
تَجْـهَلُوْنَ ۝۲۹ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۱ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ
اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ
رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۳۴ۭ

''اور اے قوم! میں اس (نصیحت) کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں۔ میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں۔ وہ تو اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔ اور برادران ملت اگر میں ان کو نکال دوں تو (عذاب) خدا سے (بچانے کے لئے) کون میری مدد کر سکتا ہے؟ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟ میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کی نسبت جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی (یعنی اعمال کی جزائے نیک) نہیں دے گا۔ جو ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو بے انصافوں میں ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نوح تم نے ہم سے جھگڑا تو کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر نازل کرو۔ نوحؑ نے کہا کہ اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا۔ اور تم (اس کو کسی طرح) ہرا نہیں سکتے۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے۔ اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! دیکھو، میں اپنی دعوت کے عوض تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو بس اللہ کے ذمہ ہے اور جن کو تم گھٹیا لوگ کہہ رہے ہو، میں ان کو اپنے پاس سے دھتکار نہیں سکتا۔ یہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ جہالت میں مبتلا ہو۔ انہوں نے اپنی قوم پر واضح کیا کہ اگر میں اہل ایمان کو اپنے ہاں سے ہانک دوں تو یہ اللہ کی ناراضی کا موجب ہوگا۔ انہیں ایک روز اپنے پروردگار سے ملنا ہے۔ وہ میری شکایت اُس کے دربار میں کریں گے کہ آپ کے پیغمبر نے متکبر دنیا داروں کی خاطر ہم غریب وفاداروں کو نکال دیا تھا۔ پھر اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا۔ یہ لوگ تو اللہ کا ذکر کرنے والے، اُس سے دعائیں مانگنے والے اور اُس کی رضا کے طالب ہیں، تو کیا تم نصیحت اخذ نہیں کرتے۔

قوم نوحؑ نے نوح علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو، مال و دولت اور جتھے کے اعتبار سے ہم پر فوقیت نہیں رکھتے۔ اِس کا جواب اُنہوں نے یوں دیا کہ دیکھو، میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں نے کب کہا ہے کہ اللہ کے خزانوں پر میرا اختیار ہے۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں یہ کہتا ہوں جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر دیکھ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کوئی خیر نہیں دے گا۔ کیا پتہ تم اندازہ بھی نہ کر سکو کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں کیا کیا بلند مقامات عطا کرے گا۔ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ کس کے دل میں کتنا خلوص، کتنی محبت اور اللہ کے ساتھ ملاقات کا کتنا شوق ہے۔ اگر میں تمہارے ان طعنوں سے تنگ آ کر ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دوں تو پھر میں خود بے انصافوں میں سے ہو جاؤں گا۔ قوم نے جب نوحؑ سے بحث و جدال کی اور نوح علیہ السلام کی باتوں کے جواب میں اُن لوگوں کو خاموش ہونا پڑا کہ اب ان کے پاس کوئی جواب نہ رہا تھا تو پھر وہ ہٹ دھرمی پر اُتر آئے۔ وہ کہنے لگے، پھر لے آؤ اس چیز (یعنی عذاب) کو جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو، اگر تم سچے ہو۔ اب تو تمہاری باتیں سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔ ہم تم سے یہ مناظرہ، مجادلہ اور مذاکرہ مزید جاری نہیں رکھنا چاہتے۔ اس پر حضرت نوحؑ نے فرمایا: دیکھو، عذاب نازل کرنا اللہ کا کام ہے۔ اللہ جب چاہے گا تم پر عذاب لے آئے گا، اِس پر میرا کوئی اختیار نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وہ عذاب آئے گا تو اس وقت تم کہیں بھاگ کر نہ جا سکو گے، اُس کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا کہ تم جو عذاب کا مطالبہ کرتے ہو، اِس سے ظاہر ہو گیا ہے کہ میری نصیحت، میرا اخلاص، میری خیر خواہی تمہارے حق میں کچھ مفید نہیں ہو سکتی، خواہ میں تمہارا کتنا ہی مخلص اور خیر خواہ ہوں۔ بہر کیف یاد رکھو، اللہ ہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹا دیے جاؤ گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 فروری 2012ء — جلد 21
21 تا 27 ربیع الاوّل 1433ء — شمارہ 07

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جہالتِ جدیدہ بمقابلہ جہالتِ قدیمہ

جہالت قدیم ہو یا جدید انسانی معاشرے کے لیے ہمیشہ تباہ کن ثابت ہوئی۔ جہالتِ قدیمہ کیا تھی؟ غلاموں کی منڈیاں لگتی تھیں اور انسان کی خرید وفروخت سرِ عام اور سرِ بازار ہوتی تھی۔ ہوّا کی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ حاکمِ وقت جس کی زبان قانون کا درجہ رکھتی تھی وہ اپنے کسی ناپسندیدہ شخص کو سزا دینے کا یہ طریقہ بھی اختیار کر لیتا تھا کہ اجتماع عام میں اُسے بھوکے شیر کے پنجرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جب شیر بنی آدم کی چیر پھاڑ کرتا تو یہ مجمع قہقہے اور ٹھٹھے لگاتا۔ لیکن تب دنیا بہت بڑی تھی۔ پہیہ ابھی ایجاد نہیں ہوا تھا۔ مواصلاتی نظام انتہائی سست رو تھا۔ میڈیا نامی کوئی شے نہ تھی۔ بات سینہ بہ سینہ آگے پہنچتی لہٰذا اچھائیوں اور برائیوں کے اثرات محدود رہتے تھے۔ ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ تک پہنچ بھی جاتے تب بھی علاقائی حدود نہ پھلانگ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض برائیاں افراد اور نجی سطح پر ہونے کے باوجود اُسی معاشرے میں پوری طرح نفوذ نہ کر سکیں۔ مثلاً معاشی سطح پر سود تھا لیکن جب دو افراد قرض کا لین دین سود کی بنیاد پر کرتے تو وہی دو افراد یا زیادہ سے زیادہ وہی دو گھرانے متاثر ہوتے تھے۔ معاشرے اور سوسائٹی پر بحیثیت مجموعی اُس کے اثرات بہت کم اور جزوی پڑتے تھے۔ ظلم تھا، کفر تھا، شرک تھا، کذب بیانی تھی، لڑائی جھگڑے تھے، لیکن جو کچھ تھا ظاہر و باہر تھا منافقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ لیکن آج کا دور جسے جدید دور کہا جاتا ہے، اس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کو یہ کرّہ ارض کم پڑ رہا ہے اور وہ انسان کے لیے چاند اور مریخ میں جگہ تلاش کر رہی ہے۔ اور اپنے معاشرہ کو بزبانِ خود مہذب معاشرہ کہا جاتا ہے۔ بڑے پُر زور اور پُر جوش انداز میں یہ الفاظ ادا کیے جاتے ہیں Our Civilized Society سیاسی اور عمرانی سطح پر جمہوریت کو اور جمہوری طرزِ حکومت کو ترقی کے زینہ کا آخری Step قرار دیا جاتا ہے۔ گویا انسانی اجتماعیت نے اِس شعبہ میں چوٹی سر کر لی ہے اور منزل پالی ہے۔ لہٰذا فرمودہ مغرب یہ ہے کہ سیاسی اور عمرانی سطح پر یہ End of the history ہے۔ آیئے، ہم بھی اِس جدید دور پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ قرآن مجید کے اِس حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جو اُمتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے دیا گیا ہے اور جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ کسی فرد یا قوم کی دشمنی تمہیں انصاف کی راہ سے نہ ہٹا دے اِس حکم کو ایک اصول تصور کرتے ہوئے ہم جدید دور کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی معاشرہ دورِ قدیم کا ہو یا جدید کا کلیتاً اچھائی اور خیر سے محروم نہیں ہو سکتا، اِس لیے کہ اچھائی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسے مسخ کیا جا سکتا ہے، کچلا جا سکتا ہے، ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہر معاشرے میں کسی نہ کسی درجے میں، کسی نہ کسی انداز میں موجود رہے گی، ناپید نہیں ہوگی۔ لہٰذا ہم نے نہ ہی دورِ قدیمہ کی اچھائیوں کا ذکر کیا ہے نہ ہی دورِ جدیدہ کی اچھائیوں کا ذکر کریں گے، یہ جتنی ہیں کم ہیں۔ اچھا معاشرہ وہ ہے جس میں اچھائی غالب ہو اور برا معاشرہ وہ ہے، جس میں برائی غالب ہو۔ لہٰذا قدیم اور جدید معاشرے کا ذکر اور تقابل برائیوں کی نسبت و تناسب سے ہوگا۔ جدید دور میں انسان کھلی منڈی میں خریدا اور بیچا نہیں جاتا۔ مالیاتی اداروں کے چمکتے دمکتے دفاتر میں انسانی گروہ، جماعتیں اور اقوام بک جاتی ہیں اور خرید لی جاتی ہیں۔ یعنی فرد براہِ راست خریدا نہیں جاتا، گروہوں، جماعتوں اور اقوام کے واسطے سے فروخت ہوتا ہے۔ پھر جماعتوں اور قوموں کے سربراہ اُسے re-sale کرتے ہیں۔ منافع دو جگہ تقسیم ہونے کی وجہ سے دورِ جدید کے انسان کو دورِ قدیم کے انسان کی نسبت اپنی قیمت کم وصول ہو رہی ہے۔ کیونکہ انسانوں کے لاٹ فروخت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُس کی مارکیٹ ویلیو کم ہو گئی ہے اور وہ پہلے کی نسبت سستے داموں فروخت ہونے پر مجبور ہے۔ سود آج کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جاہلیت جدیدہ میں سود (معاذ اللہ) ناگزیر ہے۔ بلاسود معیشت کا تصور بھی احمقانہ ہے (نقل کفر کفر نباشد) نظروں سے اوجھل ہی سہی لیکن

حقیقت یہ ہے کہ پرانے زمانے کا سود جو انفرادی طور پر لیا جاتا تھا ایک فرد یا ایک گھرانے کو تباہ و برباد کرتا تھا، آج قرض صنعتکار، سرمایہ دار اور حکومتیں لیتی ہیں۔ سود در سود قوم کے ہر فرد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ بنک میں سٹاک رہن سرمایہ دار رکھتا ہے۔ نتیجہ میں پیدا ہونے والی مہنگائی غریب کی گردن پر لاد دی جاتی ہے۔

سماجی سطح پر جائزہ لے لیں۔ پہلے عورتیں کنیزیں بنالی جاتی تھیں۔ اندرونِ خانہ عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ آج آزادی نسواں کے نام پر انہیں بے لباس اور برہنہ کرکے شمع محفل بنا دیا گیا ہے۔ اُس کی عریاں تصاویر چوکوں میں آویزاں کی جاتی ہیں۔ قانونی اجازت کے ساتھ اُن کی البم ہوٹلوں کو فراہم کی جاتی ہے۔ مرد کے مساوی مقام اور شانہ بشانہ کام کرنے کا دلفریب جھانسہ دے کر اُسے معاشی حیوان بھی بنا دیا گیا ہے۔ فحاشی، بے حیائی اور عریانی کو یوں گھر گھر میں داخل کر دیا گیا ہے کہ غضِ بصر انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔ بدترین استحصال اور ظلم آج کے دور میں سیاسی سطح پر ہو رہا ہے۔ جرمنی کے ہٹلر کو بدترین گالیوں سے نوازا گیا اُسے اور نازیوں کو نفرت کا سمبل تو بنا دیا گیا لیکن ہٹلر ہی کے نازی وزیر خارجہ گوئبلز کی سیاست کو آئیڈیل بنالیا گیا ہے۔ گوئبلز کا ایمان اور عقیدہ تھا کہ جھوٹ اتنا زیادہ بولو، تسلسل سے اور زوردار انداز میں بولو کہ سچ اُس کے سامنے دب جائے۔ یقین کیجیے کہ جدید ترقی یافتہ نام نہاد مہذب مغربی معاشرہ نے اِس فیلڈ میں بعض معاملات میں اپنے مفادات کے حصول کے لیے گوئبلز کو بھی مات دے دی ہے۔ گوئبلز اکیلا تھا یا شاید اُس کے چند ساتھی ہوں، لیکن آج پورا مغربی میڈیا اپنی حکومتوں کے اشارے پر یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اِس حوالہ سے ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ نائن الیون کے بعد صرف دہشت گردی کا معاملہ لے لیں، یہودیوں اور عیسائیوں نے مسلمان حکمرانوں کی مدد سے کس طرح سیاہ نہیں گہرے سیاہ کو سفید ثابت کیا اور کیسے صاف اور اُجلے دامنوں کو کیمرہ ٹرک (Trick) سے دنیا کو داغدار اور گندہ دکھایا۔ دہشت گرد اور انتہا پسند کے الفاظ کا اتنا شور وغوغا کیا گیا کہ کانوں کے پردے جواب دے گئے۔

ہم چاہتے ہیں کہ جہالت قدیمہ اور جدیدہ کے عنوان کے تحت مغرب کی ان دو اصطلاحات سے بھی دو دو ہاتھ کرلیے جائیں۔ انتہا پسند (یعنی مغرب کا Extremist) ہمارا اپنا بیوروکریٹ اور ضرورت سے زیادہ پڑھا لکھا طبقہ یہ لفظ ناک اوپر کو چڑھا کر اور ہونٹ ٹیڑھے کرکے نفرت انگیز لہجے میں بولتا ہے، ہم اِس بارے میں اپنی مختصر سی رائے دیتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات نبی آخر الزماں ﷺ کی مبارک سنت اور صحابہ کرام ؓ کے افعال ہمارے لیے حجت کا درجہ رکھتے ہیں، جو اعتدال اور توازن کی معراج ہیں۔ اِس سے کم، اِس سے زیادہ اِس کے علاوہ سب انتہا پسندی ہے۔ اگر اللہ کے احکامات کی پابندی اور سنت رسول ؐ کی پیروی (جس میں مختلف شکلوں میں جہاد بھی شامل ہے) انتہا پسندی ہے تو ہم دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر مسلمان کو انتہا پسند بنا۔ اے اللہ انتہا پسندی ہمارا مقدر بنا دے۔ رہ گئی بات دہشت گردی کی تو پہلے دہشت گردی کی تعریف تو متعین کرلیں۔ دہشت گرد کون ہوتا ہے؟ کیسے کس عمل کے بعد دہشت گرد قرار دیا جائے گا۔ عملی طور پر امریکہ اور مغرب کا رویہ تو یہ ہے کہ وہ خود بمباری کرے توپوں کے گولے برسا کر بستی کی بستی انسانی آبادیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔ ڈیزی کٹر بموں سے انسانی جسموں کے پرزے اُڑا دے۔ انسانوں کو پنجروں میں بند کرکے اُن سے درندوں والا سلوک کرے۔ دوسری قوموں اور ملکوں پر بلاجواز اور ناجائز غاصبانہ قبضہ کرے۔ یہ سب کچھ امن کی خاطر ہے بلکہ یہی امن ہے اور اگر متاثرہ قوم یا افراد ردِعمل میں ہتھیار اُٹھائیں ظلم کے خلاف ڈٹ جائیں اور جوابی حملے کریں اور اپنے ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کریں تو یہ دہشت گردی ہے اور ایسا کرنے والے دہشت گرد ہیں۔ ہم کسی قیمت پر یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ہماری رائے میں یہ ریاستی دہشت گردی ہے اور انتہائی قابل نفرت اور قابل مذمت ہے۔ سیدھی سی بات ہے، بلاتفریق مذہب و نسل ہر انسان کی جان محترم ہے اور کسی کا بلاوجہ بلاجواز اور بلامقصد خون نہیں بہایا جاسکتا۔ کوئی فرد، کوئی ادارہ یا کوئی حکومت محض ملک گیری کی ہوس میں کسی اعلیٰ و ارفع مقصد کے بغیر جنگ و جدل کا بازار گرم کرتی ہے تو یہ دہشت گردی ہے۔ جس قوم اور ملک پر یہ دہشت گردی مسلط کی جائے گی تو اُس کے صاحبِ اقتدار اور مقتدر لوگوں کا قومی اور دینی فریضہ ہے کہ وہ جوابی کارروائی کریں اور وہ حکومت یہ فیصلہ کرنے کا حق بھی رکھتی ہے کہ وہ اپنی مدد کے لیے کہاں سے اور کن افراد سے مدد حاصل کرتی ہے۔ اور اگر اُس ملک کی حکومت اپنا یہ فریضہ ادا نہیں کرتی اور دشمن کے ایجنٹ کا رول ادا کرتی ہے تو پھر عوام کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنے اِن دونوں دشمنوں کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے جہاد کس انداز سے کرے۔

بہرحال ہمارا اصل موضوع جہالتِ قدیمہ اور جہالتِ جدیدہ تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جہالت ہر دور اور ہر طرح کی قابل مذمت اور قابل نفرت ہے، لیکن جہالت جدیدہ انسان پر ظلم وستم ڈھانے اور اُسے انفرادی اور اجتماعی طور پر تباہ و برباد کرنے میں جہالت قدیمہ سے بازی لے گئی ہے اور اس کا انجام کسی خطے کی نہیں عالمی سطح پر تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ اپنے اور اپنے بندوں کے دشمنوں کو ہدایت دے اور اگر ہدایت اُن کی قسمت میں نہیں تو اِس سے پہلے کہ وہ عالمی سطح پر تباہی پھیلائیں وہ خود تباہ و برباد ہوجائیں۔

اعتذار

ندائے خلافت کے شمارہ 45 جلد 20 میں سمیر خان کے بارے میں جو یمن میں امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوگئے تھے، ایک مضمون "In the Memory of Samir Khan" شائع ہوا۔ یہ مضمون اسلامک آرگنائزیشن آف نارتھ امریکہ کے امیر مصطفیٰ الترک کے ایک خطاب جمعہ پر مبنی تھا۔ بعدازاں شمارہ نمبر 2، جلد 21 میں اِس مضمون کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا۔ مضمون کی اشاعت پر بعض احباب نے سخت اعتراضات کیے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کے اعتراضات بجا ہیں اور مضمون کی انگریزی اور اردو میں اشاعت سے قبل اُس کے مندرجات کا کماحقہ جائزہ نہیں لیا جاسکا، جس کی وجہ سے یہ صورتحال پیش آئی۔ ہم اِس کوتاہی پر اپنے قارئین سے تہہ دل سے معذرت خواہ ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ آئندہ اس بارے میں پہلے سے بڑھ کر محتاط رویہ اپنایا جائے گا۔ (ادارہ)

رسول رحمت ﷺ

قرآن حکیم اور دین حق آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے دو بڑے مظاہر ہیں

افسوس کہ اُمت مسلمہ آج اِن دونوں سے غافل ہے

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 3 فروری 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

ماہ ربیع الاوّل کے آغاز سے ہی سیرت مطہرہ پر جلسوں اور نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے بیانات، گفتگوؤں اور محافل کا مبارک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور توقع یہی ہوتی ہے کہ جہاں بھی کوئی دینی اجتماع ہو اُس میں اس موضوع کو بھی ضرور شامل کیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپؐ محسن انسانیتؐ ہیں۔ آپؐ کے احسانات کا بدلہ ہم کسی بھی درجے میں چکا نہیں سکتے۔ بس یہی کر سکتے ہیں کہ ہماری زبانوں پر آپؐ کا تذکرہ ہو اور آپؐ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجیں۔ درود اصل میں آپؐ پر رحمت کی دعا ہے اور یہ خود ہمارے لیے بھی باعث اجر و ثواب اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔

سیرت مطہرہ کا ایک پہلو نبیؐ کی عظمت شان کا بیان ہے اور دوسرا پہلو آپؐ پر ایمان لانے والوں کی ذمہ داریوں کے متعلق ہے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ سے وفاداری اور محبت کے عملی تقاضے کیا ہیں؟ چنانچہ جب بھی سیرت پر گفتگو ہوتی ہے ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہم ان دونوں پہلوؤں کی طرف لوگوں کی توجہ دلائیں۔ آپؐ کا مقام تو بہت بلند ہے، ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ پوری کائنات میں اللہ کے بعد سب سے زیادہ محترم اور قابل احترام آپؐ ہی کی ذات ہے۔ اللہ نے آپ کو شاہد، بشیر، نذیر، داعی الی اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ یوں تو سارے ہی نبی اور خاص طور پر رسول شہید اور شاہد بن کر آتے تھے لیکن آپؐ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی پر نبوت و رسالت اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ گئی۔ چنانچہ اللہ نے یہ دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا۔ جو اوصاف دیگر انبیاء و رسل کے ہیں وہ آپؐ کے بھی ہیں بلکہ ان میں سے ہر ہر صفت کے حوالے سے آپؐ نقطۂ کمال پر ہیں۔ پھر آپؐ کا امتیاز یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ سورۂ انبیاء میں فرمایا گیا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''(اے نبی) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔'' رحمۃ للعالمین کا لقب صرف آپؐ ہی کو عطا کیا گیا۔ تمام جہانوں سے مراد عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم جنات اور عالم انس وغیرہ بھی ہیں اور دنیا و آخرت بھی ہیں۔ آپؐ کو ہر اعتبار سے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ اسی بنیاد پر کہا گیا کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اللہ رب العالمین اور ارحم الراحمین ہے تو آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اسی لیے تو آپؐ نے فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک حقیقی معنوں میں مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اِس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔'' پھر یہی بات سورۂ توبہ میں ایک اور انداز میں بھی فرمائی گئی کہ (ترجمہ) ''کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسولؐ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (التوبۃ:24) محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ آپؐ سے دلی محبت کا رشتہ استوار کیا جانا از حد ضروری ہے۔ بدقسمتی سے اس دور میں یہ فکر زیادہ عام کیا جا رہا ہے کہ اللہ کا پیغام پہنچانا تھا، پیغمبرؐ نے پہنچا دیا۔ اب اصل اہمیت اس پیغام کی ہے، نہ کہ پیغام پہنچانے والے کی۔ اِس لیے کہ اگر کوئی بڑی شخصیت آپ کو کوئی پیغام بھیجے تو اصل اہمیت اُس پیغام کی ہوتی ہے نہ کہ ڈاکیے اور ہرکارے کی۔ یہ گمراہ کن انداز دراصل نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو گھٹانے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے، حالانکہ اِس کا قرآن و سنت کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ بلاشبہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ کے ذریعے اللہ کا پیغام نوع انسانی تک پہنچا ہے۔ لیکن آپؐ اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے آئے اور مطاع بن کر آئے ہیں، (معاذ اللہ) ڈاکیے یا ہرکارے کے طور پر نہیں آئے۔ اللہ رسول بھیجتا ہی اس لیے ہے کہ اُس کی اطاعت کی جائے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء:64) ''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔'' یہ بات بھی واضح فرما دی گئی آپؐ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ

اللّٰہَ ﴾''(سن لو) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' کیونکہ آپ کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں فرماتے جو بات بھی فرماتے ہیں وحی کی بنیاد پر فرماتے ہیں۔

آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے میں تو کوئی شک کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یہ لقب آپؐ کو اللہ نے دیا ہے، آپؐ کے کسی عقیدت مند نے نہیں دیا۔ ہمارے لیے غور طلب امر یہ ہے کہ وہ رحمت ہے کیا، اس کی حقیقت و نوعیت کیا ہے، آج اس رحمت کا ظہور کیونکر ہوگا، پھر یہ کہ رحمۃ للعالمینؐ کی اُمت آج اللہ کی رحمت سے کیوں محروم ہے۔ اس آیت کا اکثر تذکرہ ہوتا ہے کہ ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ لیکن یہ بات بھی واضح کی جانی چاہیے کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ رحمت تو آپؐ سب جہانوں کے لیے ہیں۔ آپؐ انسانوں ہی نہیں حیوانات کے لیے بھی رحمت ہیں، بلکہ دنیا میں جو بھی خیر اور خوبی، وہ نبی اکرم ﷺ کی عطا کردہ ہے۔ بقول اقبال ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو!
یا ز نورِ مصطفیٰؐ او را بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ است!

انسانیت کے لیے اعلیٰ ترین خیر نبیؐ لے کر آئے اور آج دنیا میں جو بھی خیر ہے وہ اصل میں اِسی کا ظہور ہے۔ سو فیصد خیر سے تو دنیا محروم ہے بلکہ خود ہم مسلمان بھی آج محروم ہیں۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دنیا کو حقیقی روشن خیالی آپؐ ہی نے عطا فرمائی۔ حریت اور آزادی کا درس آپؐ ہی نے دیا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک عام شہری خلیفۂ وقت کو بھرے مجمع میں ٹوک دیتا تھا کہ آپ نے جو لباس بنایا ہے وہ کہاں سے بنایا ہے۔ ایک عام آدمی کی درخواست پر خلیفۂ وقت کو عدالت میں لایا جاسکتا تھا۔ حریت و آزادی کی بات آج بھی کی جاتی ہے۔ لیکن یہ وہ آزادی ہے جسے شیطان کے ایجنٹوں نے مادر پدر آزادی کی شکل دے دی ہے کہ لبادۂ انسانیت سے بھی آزاد ہو جاؤ۔ اعتدال کے ساتھ آزادی و حریت کا تصور، حقیقی روشن خیالی، وسعت نظری اور وسعت فکری آپؐ ہی نے عطا فرمائی۔ انسانی حقوق کا تصور بھی آپؐ کی عطا ہے۔ الغرض دنیا میں یہ سب محمد رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ ہے۔ یہ سب آپؐ کی رحمت کا ظہور ہے۔ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا ایک پہلو تو وہ تھا جسے عہدِ نبوی میں صحابہ کرامؓ بھی محسوس کر رہے تھے، اور آپؐ کے دوست ہی نہیں دشمن بھی اس سے فیض پا رہے تھے اور ہر مسلمان کے دل میں حضور ﷺ سے والہانہ محبت ہوتی تھی، آپؐ کی نرمی، خوش اخلاقی اور رحمۃ للعالمینی کی وجہ سے ہر شخص براہ راست یہ محسوس کرتا تھا کہ شاید میں محمد رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ آپؐ کی جود و کرم اور خلق عظیم کی انتہا یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ دس سال تک آپؐ کے خادم رہے، مگر آپؐ نے ایک مرتبہ بھی انہیں نہیں جھڑکا۔

آپؐ کی رحمت اور عفو و درگزر کا ایک عظیم الشان مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر ہوا کہ آپؐ نے اپنے سخت ترین دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے 13 برس تک مکے میں اور 10 برس مدینے میں آنحضور ﷺ پر قافیۂ حیات تنگ کیا اور آپؐ کے صحابہؓ اور خود آپؐ کو ایذائیں پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اسلام کو مٹانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا تھا، مکہ فتح ہوجانے پر وہ آپؐ کے رحم و کرم پر تھے، مگر آپؐ کی کریم النفس ہستی نے فرمایا: میں آج تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ آپؐ کی رحمت کا صحابہؓ بلکہ غیر مسلموں کو بھی قدم قدم پر مشاہدہ ہو رہا تھا۔

اسی رحمت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے حیوانات کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تعلیم دی، اور اِس بات سے سختی سے روکا کہ اُن پر ظلم کیا جائے۔ اِس سلسلے میں کئی احادیث ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا، جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ایسے آدمی پر لعنت کرے کہ جس نے اس گدھے کے چہرے کو داغا ہے۔'' (صحیح مسلم)

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ (بھوک کی وجہ سے) پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ اس کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: ''(لوگو!) ان بے زبانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھی سواری کرو اور اچھا کھلاؤ پلاؤ۔'' (سنن ابوداؤد)

اس کے علاوہ آپؐ کی رحمت کا ایک پہلو وہ ہے، جس کا تعلق حیات اخروی سے ہے اور یہ رحمت وہ ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول رحمت ﷺ کی امت خود اس وقت اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ اس پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط ہے اور آپؐ کی پیشین گوئی کے عین مطابق اقوام عالم اُس پر یلغار کر رہی اور ایک دوسرے کو اِس پر ٹوٹ پڑنے کی دعوت دے رہی ہیں۔ دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کی ہیبت نکل چکی ہے، اور وہ اِس قدر بے وقعت ہو چکے ہیں جیسے سیلاب کے اوپر جھاگ ہوتا ہے کہ نظر تو آتا ہے مگر اس کی کوئی حقیقت اور وزن نہیں ہوتا۔ یہ صورتحال کیوں ہے اور آپؐ کی رحمت خصوصی کا ظہور ہو تو کیسے ہو؟ مجھے حضور ﷺ کا ایک فرمان یاد آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہر مسلمان، ہر مومن جنت میں داخل ہوگا، سوائے اس کے جو خود ہی انکار کردے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ، وہ (بدبخت اور شقی) کون ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کردے۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی (میری تعلیمات اور میری سنت سے ہٹ کر بلکہ مخالفت کر کے زندگی گزاری) گویا اس نے خود ہی (جنت میں جانے سے) انکار کردیا۔ آپؐ کی رحمت تو عام ہے۔ یہ تمام جہانوں کے لیے ہے۔ مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ آج ہم خود ہی اس سے فائدہ اُٹھانے سے انکار کیے بیٹھے ہیں۔ دنیا میں اس رحمت کا اصل ظہور تب ہوا تھا جب نبی کریم ﷺ نے وہ نظام قائم کر کے دکھایا تھا، جسے دے کر آپؐ کو بھیجا گیا۔ افسوس کہ امت نے اِس نظام الٰہی سے منہ موڑ کر رکھا ہے۔

حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے نوع انسانی کو دو عظیم ترین تحفے دیے ہیں۔ ایک تحفہ الہدیٰ قرآن حکیم ہے جو انسانوں اور جنات کے لیے بھی رحمت ہے۔ یہ اُن کی ابدی کامیابی کے لیے عظیم ترین راہنما کتاب ہے جو ہدایت کے بہت واضح دلائل پر مبنی ہے۔ جو شخص اس کو تھامے گا وہ جہنم سے بچ کر جنت تک پہنچ جائے گا اور جو قوم اُسے رہنما بنائے گی، وہ سربلند ہوگی۔ یہ کتاب انسانوں کے لیے اللہ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ دوسرا تحفہ جو اللہ نے دیا وہ دین حق یعنی عدل و انصاف پر مبنی نظام (System of Social Justice) ہے۔ قرآن مجید میں ان عظیم ترین تحفوں کا تذکرہ آپؐ کے مقصد بعثت کے

حوالے سے تین مقامات پر ہوا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾

(التوبۃ:33، الصف:9، فتح:28)

”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے۔“

رسول اکرم ﷺ صرف داعی بن کر نہیں آئے، صرف مبشر اور منذر بن کر نہیں آئے، صرف ہدایت کا ایک روشن چراغ بن کر نہیں آئے۔ اگرچہ یہ سارے اوصاف بھی آپؐ کی ذات گرامی میں جمع ہیں، مگر آپؐ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپؐ اس دین حق کو، اللہ کے عادلانہ نظام اجتماعی کو زمین پر قائم اور غالب کرنے کے لیے مبعوث ہوئے۔ دیکھیے، کتابیں قرآن حکیم سے پہلے بھی آئی ہیں مگر قرآن حکیم کامل ترین ہدایت کا آخری ایڈیشن ہے۔ یہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہر معاملے میں راہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی شریعت سے پہلے بھی شریعتیں آتی رہی ہیں، مگر حضور ﷺ کو جو شریعت اور کامل ترین نظام عدل دیا گیا وہ تمدن وارتقا کی منزلیں طے کرتے انسان اور معاشرے کے لیے ہر دور میں عدل پر مبنی اعلیٰ ترین نظام ہے۔

اب ایک بات اور سمجھ لیجیے کہ یہ الہدیٰ اصل میں ہدایت کس بات کی ہے۔ یہ دراصل اُس سیدھے راستے کی ہدایت ہے، جس پر چلنے کی دُعا ہم نماز کی ہر رکعت میں اللہ سے مانگتے ہیں، وہ سیدھا راستہ جو جنت تک لے جاتا ہے۔ اس میں بین السطور پیغام یہ ہے کہ ہمارا اصل مسئلہ دنیا نہیں، آخرت ہے۔ ہمیں فکر اس کی ہونی چاہیے کہ آخرت میں ناکامی کے عظیم خسارے سے کیسے بچیں، جو ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو گواہ بنا کر کہا ہے کہ پوری نوع انسانی بہت بڑی ناکامی سے دوچار ہونے والی ہے۔ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس دنیا میں ہمیں جس امتحان میں ڈال دیا گیا ہے، اس میں کامیابی کیونکر حاصل کی جائے، کیونکہ اس امتحان میں ناکامی afordable نہیں ہے۔ اس امتحان میں کامیابی کے لیے بہترین گائیڈ بک اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی صورت میں عطا کر دی جو بہت ہی جامع، کامل اور مکمل ہدایت ہے۔ دنیا تو دارالامتحان ہے۔ یہاں تو ایمان کے راستے پر چلنے والوں پر آزمائشیں اور تکالیف آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ مختلف حالات سے انہیں آزمائے گا۔ اُن پر سختیاں بھی آئیں گی اور آسانیاں بھی آئیں گی، لیکن یہ سب کچھ امتحان کے لیے ہوگا۔ دنیا کی راحتوں اور تکالیف کی ابدی زندگی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آخرت کی کامیابی یا ناکامی کا دنیا کی کامیابی یا ناکامی سے تقابل نہیں کیا جاسکتا۔ وہاں کی ناکامی تو اصل ناکامی ہے اور وہاں کی کامیابی حقیقی کامیابی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم اصل کامیابی کے لیے کلید ہے۔

دوسرا تحفہ یعنی نظام عدل اجتماعی کس لیے ہے، اِس لیے کہ دنیا میں ایک عادلانہ معاشرہ قائم ہو، جس میں لوگوں کو اُن کے پورے حقوق ملیں، انہیں عدل وانصاف ملے، ان کے لیے بنیادی ضروریات کی فراہمی مسئلہ نہ بن جائے، بلکہ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی ذمہ دار ہو۔ سب سے بڑھ کر انہیں وہ ماحول ملے، جس میں انسان کی انسانیت اور اس میں موجود روحانی ترقی کے رجحانات کو فروغ حاصل ہو اور حیوانیت اور پستی کی طرف لے جانے والے رجحانات پر قدغن لگائی جائے، تاکہ وہ سیدھے راستے پر چل کر آخرت کی کامیابی سے بھی ہمکنار ہوسکے۔ یہ ہے وہ دین حق جو ہمیں عطا ہوا۔ اس کا اصل تعلق اس دنیا سے ہے اور آج دنیا میں ہم اللہ کی رحمت سے محروم ہی اس لیے ہیں کہ ہم نے وہ دین زمین پر کہیں بھی قائم نہیں کیا۔ اس وقت کرۂ ارضی پر 57 اسلامی ممالک ہیں، مگر اُن میں سے کسی ایک ملک میں بھی دین قائم نہیں ہے۔ یوں ہم زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں یہ رحمت چاہیے ہی نہیں۔ ہم خود انکاری ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے ذمہ قرآن حکیم کے پیغام کو پہنچانا اور دین حق کو غالب کرنا تھا۔ آپؐ نے یہ ذمہ داری بتمام وکمال ادا فرمادی۔ آپؐ نے اللہ کا پیغام کماحقہ پہنچا دیا اور اس کی گواہی بھی صحابہؓ سے لے لی اور آپؐ کی حیات طیبہ کے دوران جزیرہ نماعرب کی حد تک دین بھی غالب آگیا۔ آپؐ کے وصال کے بعد اللہ کے پیغام کو پوری نوع انسانی تک پہنچانا اس امت کے ذمے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی مشن کو لے کر نکلے اور جزیرہ نماعرب سے باہر بھی دین کو غالب کر دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس پیغام کو پہنچائیں گے تب ہی انسانیت کے لیے رحمت اور آخرت کی کامیابی کا راستہ ہموار ہوگا۔ کیونکہ اس دنیا میں آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر آپؐ کا عطا کردہ نظام عدل ہے۔ صحابہ کرامؓ جوں جوں دنیا کو فتح کرتے گئے، استحصال اور عدم مساوات کی آلودگیوں سے اٹی ملوکیت کا خاتمہ اور اللہ کے دین کا غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ دین کے غلبہ سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ قبل ازیں ایک ایسے نظام کے عادی تھے جو جبر واستبداد، ظلم واستحصال اور عدم مساوات کی آلودگیوں سے اٹا ہوا تھا۔ اُس وقت پوری دنیا میں ملوکیت کا نظام رائج تھا، جس کے تحت ایک شخص یا ایک فیملی کو سارے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ باقی لوگ ہر قسم کے اختیارات سے محروم ہوتے تھے۔ ایران میں بادشاہوں کی پوجا تک کی جاتی تھی۔ بادشاہت میں بادشاہ کا بیٹا ہی اُس کے مرنے کے بعد بادشاہت کا حقدار ہوتا تھا۔ اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ نظام ایسا عادلانہ ہو جس میں عام آدمی بھی بادشاہ کو ٹوک سکے۔ اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہوا تو لوگوں کو حقوق ملے، انہیں عدل وانصاف میسر آیا اور بنیادی ضروریات زندگی فراہم ہونے لگیں۔ اسلام نے ہر شہری کی جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت ریاست کے ذمہ قرار دی، جس کا پورا پورا خیال رکھا جانے لگا۔ یہ تصورات اُس وقت تو اجنبی تھے ہی، آج بھی جبکہ انسانی حقوق کا غلغلہ ہے، بڑے اجنبی لگتے ہیں۔ ہم اہل پاکستان خود اِس کی ایک زندہ مثال ہیں۔ کیا یہ تلخ حقیقت نہیں ہے کہ ریاست شہریوں کی جان، مال، عزت، آبرو کسی ایک شے کی بھی عملاً ضامن نہیں ہے۔ اِسی طرح نہ وہ آپ کو روزگار دینے کی ضامن ہے۔ اور نہ ہی بنیادی ضروریات فراہم کرنا، روزگار مہیا کرنا صحت، تعلیم وغیرہ کا اہتمام کرنا، اُس کے ذمے ہے۔ اسلام کا عادلانہ نظام جب لوگوں نے دیکھا تو اُن پر یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اسلام دین حق ہے اور رسول اللہ واقعی رحمۃ للعالمین ہیں۔ پھر انہیں قبول حق میں دیر نہیں لگی۔ چند ہی برسوں کے اندر اندر کروڑوں لوگ مسلمان ہوگئے۔ اس نظام کی برکات دیکھ کر انہیں آیت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○﴾ کا مفہوم سمجھ میں آیا تھا، جو آج ہمیں صحیح معنوں میں سمجھ نہیں آرہا۔ آج ہم اللہ سے شکوہ کرتے ہیں کہ ؎

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم نے خود ہی اپنے آپ کو اس رحمت سے محروم کر رکھا ہے۔ بہرکیف آپؐ کی رحمۃ للعالمینی

کا ایک مظہر الہدیٰ یعنی قرآن حکیم ہے جو اصل میں ابدی زندگی کی کامیابی کے لیے کامل ترین ہدایت ہے۔ دوسری رحمت دینِ حق ہے جو اس دنیا کے لیے نظام عدل اجتماعی ہے، اس سے جہاں ایک طرف لوگوں کو عدل وانصاف میسر آتا ہے اور ضروریات زندگی کی فراہمی ممکن ہوتی ہے، وہاں اس سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ ایسا پاکیزہ ماحول میسر آتا ہے جس سے معاشرے میں پستی کی طرف لے جانے والے شیطانی رجحانات کی حوصلہ شکنی ہوتی اور انسان میں موجود خیر کے رجحانات کو تقویت پاتے اور اُس کے روحانی وجود کو ترقی کے مواقع ملتے ہیں۔ نتیجتاً وہ آخرت میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یہ اعلیٰ ترین ماحول تبھی فراہم ہوتا ہے جب دین حق قائم کر دیا جائے۔ یہ درست ہے کہ مغرب نے اس نظام عدل کی بہت سی چیزیں جزوی طور پر اختیار کی ہوئی ہیں۔ مثلاً سکینڈے نیوین ممالک نے سوشل سیکیورٹی کا نظام اپنایا ہوا ہے جسے ''عمر لاء'' کہا جاتا ہے۔ لیکن اہل مغرب کا المیہ یہ ہے کہ وہ انسان کو حیوانیت کی طرف دھکیل رہے ہیں اور شرف انسانیت کا لبادہ اتار کر اسے حیوان بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے کہ اگر انسان کو شرف انسانیت ہی سے محروم کر دیا گیا تو یہ اس کے لیے ہرگز باعث خیر نہ ہوگا بلکہ باعث شر ہوگا۔ اللہ نے انسان کو مسجود ملائک بنایا تھا۔ اس کے اندر وہ روح پھونکی گئی تھی جس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے، اور شیطان کا ایجنڈا ہے کہ انسان کو شرف انسانیت سے محروم کر دے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رحمت تو تمام عالموں کے لیے ہے۔ اِس عالم کے لیے بھی ہے اور اُس عالم کے لیے بھی ہے۔ عالم حیوانات کے لیے بھی ہے، عالم جنات کے لیے بھی ہے۔ لیکن دنیا میں اس کا سب سے بڑا مظہر دین حق اور نظام عدل ہے، جو حضور ﷺ کو عطا کیا گیا تھا۔ وہ نظام اگر آج بھی قائم ہو جائے تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ہاں اسلام حق ہے اور واقعی آپؐ رحمۃ للعالمینؐ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دشمنوں کی کوشش ہے کہ شرع پیغمبر کہیں آشکارا نہ ہو جائے۔ طالبان نے شریعت نافذ کی تو اس کی برکات ظاہر ہونے لگی تھیں، جسے دیکھ کر ڈاکٹر جاوید اقبال جیسے کٹر سیکولر شخص کو بھی یہ کہنا پڑا کہ طالبان نے جو نظام قائم کیا ہے اگر دنیا کے دو چار دوسرے اسلامی ممالک بھی اِسے اپنے ہاں قائم کر لیں تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ ظاہر ہے جب پوری دنیا پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ آپؐ کا لایا ہوا دین ہی دینِ حق ہے تو پھر انہیں قبول اسلام میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ دور صحابہؓ میں یہی ہوا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کسی ایک شخص کو بھی تلوار کی نوک پر مسلمان نہیں کیا گیا، بلکہ جب اللہ کا دین قائم ہو گیا اور اس کی برکات سامنے آئیں تو لوگ از خود فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔ پھر کوئی دعوتی وتبلیغی وفد اور جماعتیں بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس نظام کو قائم کر کے دنیا پر حجت قائم کر سکیں۔ (آمین۔ یارب العالمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

پریس ریلیز — حافظ عاکف سعید

نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ مبارک کو اپنا کر اُمتِ مسلمہ ذلت ورسوائی سے نجات پا سکتی ہے
اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے

نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ مبارک کو اپنا کر اُمتِ مسلمہ ذلت ورسوائی سے نجات پا سکتی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا لیکن آج ہم نے خود اُن کی رحمت سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم کیا تھا در حقیقت وہی آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر تھا۔ لیکن اُمت مسلمہ نے اِس نظام سے منہ موڑ لیا جس کی وجہ سے وہ مشکلات کا شکار ہے اور ذلت ورسوائی کا سامنا بھی کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں انسانی حقوق، حریت ومساوات کے آپ ﷺ سب سے بڑے علمبردار تھے۔ آپ نے آزادی اور ذمہ داری کے حوالہ سے بہت خوبصورت توازن قائم کیا تھا۔ مغرب بلند بانگ دعوؤں کے باوجود یہ توازن قائم نہیں رکھ سکا اور وہاں مادر پدر آزادی نے معاشرے کو بے حیائی اور بے راہروی کی طرف گھسیٹ لیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ خلافت راشدہ کے دور میں معاشی سطح پر عوام کی سہولت اور بہبود کے لیے ایسے قوانین نافذ کیے گئے جنہیں آج بھی سکینڈے نیوین ممالک میں عمرلاء کے نام سے لاگو کیا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں نعت گوئی کرنا یقیناً ایک قابل تعریف عمل ہے لیکن مسلمان ہوتے ہوئے اُن کے فرمودات پر عمل پیرا نہ ہونا اور اُن کی اطاعت خود پر لازم نہ کرنا منافقت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے تمام نظام بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ ہمیں اپنی دنیوی اور اُخروی نجات کے لیے اللہ کے بنائے ہوئے نظام کو نافذ کرنا ہوگا۔ (پریس ریلیز: 3 فروری 2012ء)

امریکی کانگریس کی خارجہ کمیٹی میں سینیٹرز کے بلوچستان کی علیحدگی بارے بیانات ہمارے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت ہے، اِس سے امریکہ کے گھناؤنے عزائم کھل کر سامنے آ گئے ہیں

بلوچستان کے حوالہ سے امریکہ کے مذموم اور گھناؤنے عزائم واضح ہو گئے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکی کانگرس کی خارجہ کمیٹی میں بیان دیتے ہوئے بعض سینیٹرز نے یہ بات کہی ہے کہ پاکستان بلوچستان میں بہت ظلم ڈھا رہا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ اِس حوالے سے پاکستان پر بیرونی دباؤ ڈالا جائے۔ سینیٹرز نے کمیٹی میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ پاکستان بلوچوں کو آزادی کے حق سے کیوں محروم کر رہا ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ پاکستانی حکومتیں اور فوج بلوچستان میں جو کھیل کھیلتی رہی ہیں اور کھیل رہی ہیں وہ یقیناً قابل مذمت اور قابل تشویش ہے لیکن امریکہ کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ ہمارے اندرونی معاملات میں دخل دے۔ در حقیقت افغانستان میں اڈوں کے لیے جگہ حاصل کرنے میں ناکام ہو کر امریکہ بلوچستان کا رخ کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں بھارت اور امریکہ مداخلت کار بھیج کر تخریب کاری اور دہشت گردی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ حقیقت میں بلوچستان کے معدنی وسائل پر امریکہ کی نظر ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کشمیر میں بلوچستان کی نسبت ہزار گنا زیادہ ظلم وستم ڈھا رہا ہے، لیکن امریکہ اُس کا ذکر بھی نہیں کرتا۔ اُنہوں نے کہا کہ اصل میں ہماری شکست وریخت اللہ اور رسول سے غداری کا نتیجہ ہے۔ ہم نے جس وعدہ پر یہ ملک حاصل کیا تھا اُس سے منحرف ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم داخلی استحکام قائم رکھنے میں ناکام ہوئے جس سے بیرونی قوتوں کو دھمکیاں دینے اور مداخلت کرنے کا موقع میسر آ رہا ہے۔ (پریس ریلیز: 10 فروری 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

ملک و ملت کی بقا کا واحد ضامن:

نظام عدل

ضمیر اختر خان

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان (اللہ کرے کہ ہمارا پیارا ملک جلد خلافت اسلامی پاکستان بنے) میں ایک شور و ہنگامہ برپا ہے کہ ملک کے منتظم اعلیٰ (Chief Execetive) نے عدالت عظمیٰ میں پیش ہو کر تاریخ رقم کر لی ہے۔ اگر ہمارے ذرائع ابلاغ اور نشر و اشاعت کے شعبوں سے وابستہ حضرات و خواتین کو اپنی تاریخ سے واقفیت ہوتی تو پھر یہ شور شرابہ نہ ہوتا۔ تاریخ کو کسی بھی قوم کا اجتماعی حافظہ کہتے ہیں۔ جس طرح ایک فرد کی زندگی میں حافظے کا اہم کردار ہوتا ہے، اسی طرح قوموں کی زندگی میں تاریخ خاص اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ جو قومیں اپنی تاریخ کو بھلا دیتی ہیں تاریخ بھی انہیں فراموش کر دیتی ہے۔ آج ہم مسلمانوں کو یاد ہی نہیں کہ ہماری تاریخ عدل و انصاف کے حوالے سے کتنی تابناک ہے۔ ہمارا مسئلہ صرف حال کا ہے جس کی وجہ سے ہمیں پریشانی ہو رہی ہے۔ یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ آج کسی ایک مسلمان ملک میں بھی اسلام کا نظامِ عدل وقسط نافذ نہیں ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس جرم عظیم کا احساس بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یاد رکھیے! جب تک ہم اسلام کے عدل اجتماعی کو قائم و نافذ نہیں کرتے، ہمیں امن و سکون، معاشرتی و سماجی فلاح و بہبود، اقتصادی ترقی اور سیاسی استحکام کبھی میسر نہیں آئے گا۔ ہماری دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی قیام نظام اسلامی کی جدوجہد سے وابستہ ہے۔ اس حقیقت کو ہمارے مقتدر طبقات اور عوام جتنا جلد سمجھ لیں گے اچھا ہوگا ورنہ تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔

مذہبی سیاسی جماعتیں بھی اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ نفاذ و غلبۂ دین کے ایک نکاتی لائحۂ عمل (One point agenda) پر متفق ہو کر اپنی ساری توانائیاں اس راہ میں لگا دیں اور عنداللہ و عندالناس سرخرو ہوں۔ جس طرح جماعت اسلامی کے امیر نے اِس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ووٹ کے ذریعے محض جزوی تبدیلی آ سکتی ہے، اسی طرح جمعیت علماء اسلام اور دیگر مذہبی جماعتوں کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ ان کی سیاسی جدوجہد نے انہیں سوائے حقیر مفادات و مراعات کے کچھ نہیں دیا۔ اب ان کا ان عارضی چیزوں سے دل بھر جانا چاہیے۔ ہم قرآنی طرز اظہار میں ان سے عرض کریں گے:

﴿اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ﴾
(الحدید:16)

''کیا اہل ایمان کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے حق کے سامنے جھک جائیں۔''

ہماری عدالتوں کو بھی اللہ توفیق دے تو وہ اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف پیش رفت میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ وہ اس طرح کہ دستور پاکستان کا شق وار جائزہ لے کر یہ امر یقینی بنائیں کہ کوئی شق قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم نہ ہو۔ مزید برآں ایک بہت بڑا کام یہ کیا جا سکتا ہے کہ عدالتیں دستوریہ (Parliament) کے سامنے قرآن و سنت کی عملاً بالادستی کے قیام کے لیے یہ معاملہ رکھیں کہ وہ جمہور کی نمائندگی کرتے ہوئے دستور کی دفعہ 2۔الف کو پورے دستور پر حاوی قرار دے، تاکہ قرآن و سنت کی بالادستی دستوری و نظری طور پر قائم ہو جائے۔ یہ اقدام ان شاء اللہ، پاکستان کے استحکام کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ ہم سے راضی ہو گا اور نبی ﷺ کا ہمارے اوپر جو حق ہے کہ آپؐ کے لائے ہوئے دین کی اجتماعی سطح پر بالادست حیثیت تسلیم کی جائے، وہ بھی ادا ہو جائے گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں عدل و انصاف کا قیام بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کا بھیجا جانا، ان پر کتابوں کا نزول اور انہیں شریعتوں کا عطا کیا جانا یہ سب قیام عدل کے لیے تھا (الحدید:25) قرآن کے الفاظ میں نبی ﷺ سے کہلوایا گیا: ﴿وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ﴾ (شوریٰ:15) ''مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔'' یہ عدل اپنے پرائے، دوست دشمن کی تمیز کے بغیر کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَ لَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ (النساء:135)

''اے ایمان والو! عدل و انصاف کے قیام کے لیے کھڑے ہو جاؤ، چاہے یہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا﴾
(المائدہ:8)

''کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ عدل کرنے سے باز رہو۔''

مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور ملک و ملت کی بقا کا واحد ضامن عدل ہے۔ حضرت علیؓ کے فرمان کے مطابق ملک کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ ہرگز باقی نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی ان تعلیمات پر مسلمانوں کی تاریخ میں جا بجا عمل ہوا۔ عدل و انصاف کے معاملے میں طلبی پر خلفاء اور حکام بلا تامل عدالت میں حاضر ہوتے تھے۔ دوسرے خلیفۂ راشد سیدنا عمرؓ قاضی کے بلانے پر فوراً عدالت میں پہنچ جاتے ہیں۔ چوتھے خلیفۂ راشد سیدنا علیؓ خود اپنا مقدمہ لے کر عدالت میں چلے جاتے ہیں اور عدالتی قواعد کے مطابق گواہ نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ کا فیصلہ ان کے خلاف ہوتا ہے تو اس کے باوجود کہ انہیں

اپنے حق پر ہونے کا سو فیصد یقین تھا، عدالتی فیصلہ بصد خوشی قبول کرتے ہیں۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں ملتی ہیں۔ جب سے مسلمان زوال سے دوچار ہوئے ہیں اور اسلام نظام حیات نہ رہا بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب کی طرح محض ایک مذہب بن کر رہ گیا، تو اس کا عمل دخل اجتماعی زندگی کی بجائے صرف انفرادی عقائد و عبادات تک محدود ہوگیا ہے۔

اس وقت زندگی کے اجتماعی شعبے جیسے سماج ومعاشرت، اقتصاد ومعیشت اور سیاست وریاست دین کے دائرۂ عمل سے مکمل طور پر آزاد ہیں۔ اگر ہمارا عدالتی نظام اسلامی اصولوں پر استوار جائے تو اس سے حالات بہتری کی طرف جاسکتے ہیں۔ کچھ عرصے سے اعلیٰ عدالتوں نے ملکی سطح پر ہونے والی بعض بے قاعدگیوں کا ازخود نوٹس لینا شروع کیا ہے۔ یہ اقدام اچھا ہے۔ اس سے ایک امید بندھی ہے کہ شاید بدعنوانیوں کی روک تھام ہوسکے گی۔ لیکن باطل نظام کی موجودگی میں عدالتیں اپنا مؤثر کردار ادا نہیں کرسکیں گی۔ جیسا کہ لادینی طبقات ہماری عدالتوں کے ان اقدامات کو Judicial activism سے تعبیر کرکے عدل وانصاف کے قیام کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ یہ اسی سوچ کا مظہر تھا کہ گزشتہ ماہ منتظم اعلیٰ یوسف رضا گیلانی عدالت میں پیش ہونے کا تذکرہ یوں کیا گیا جیسے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا گیا ہو۔ اُن کے ساتھ پورا لاؤ لشکر بھی تھا۔ حالانکہ یہ ہرگز غیر معمولی کارنامہ نہ تھا۔ سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہما جیسے سربراہان مملکت بھی اپنی عدالتوں میں پیش ہوتے تھے تو گیلانی، کیانی یا کسی اور کا پیش ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ وہ عام رعایا کی طرح اپنی انفرادی حیثیت میں پیش ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ کوئی ہٹو بچو والا لاؤ لشکر نہیں ہوتا تھا۔ ہماری ارباب اقتدار واختیار سے درخواست ہے کہ وہ خلفاء راشدین والا کردار اپنائیں۔ اس میں ان کی زیادہ عزت ہوگی۔ خلافت راشدہ ہی کو اپنا آئیڈیل نظام بنائیں اور اِس کے قیام کے لیے اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

وکالت وفات پاگئی!

اناللہ وانا الیہ راجعون

ابوالحسن

اگر محترم اعتزاز احسن کو پاکستان کا سب سے بڑا وکیل کہا جائے تو اِسے مبالغہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر یہ کہ عدلیہ کی آزادی کی جنگ جس طرح انہوں نے اپنی ہی جماعت کی حکومت کے خلاف لڑی اور جس بے جگری سے لڑی پاکستانی قوم اس کی معترف بھی تھی اور احسان مند بھی۔ اُنہوں نے یہ اعلان بھی کردیا تھا کہ وہ اِس جنگ کی کوئی قیمت وصول نہیں کریں گے اور اگر افتخار چودھری چیف جسٹس کی حیثیت سے بحال ہوگئے تو وہ کبھی اُن کے سامنے پیش نہیں ہوں گے۔ بقول اعتزاز احسن اِس لیے اُنہوں نے ایک صنعت کار کی یہ پیش کش ٹھکرادی کہ وہ اُس کے وکیل کے طور پر چیف جسٹس کے سامنے پیش ہوں، وہ اُنہیں آٹھ کروڑ روپیہ دے گا۔ لیکن سینٹ کی سیٹ کے لئے پیپلز پارٹی کو درخواست دینے کے بعد جس انداز سے اُنہوں نے وزیر اعظم کا کیس چیف جسٹس افتخار چودھری کی عدالت میں بطور وکیل لڑنے کا فیصلہ کیا، اس پر ہمیں ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک شخص کسی دکان سے آٹا خرید کرلے گیا۔ گھر پہنچ کر دیکھا تو اُس میں سے سونے کا ہار نکل آیا۔ وہ شخص اُسی وقت واپس گیا اور دکان کے مالک کو یہ انتہائی قیمتی ہار واپس کر دیا۔ لیکن مالک دکان کی تجوری کے پاس ایک چونی گری پڑی تھی، وہ نظریں بچا کر اٹھالی۔ پاکستان کے جذباتی لوگوں کو اعتزاز احسن کا اپنے امیج کی قیمت پر سینٹ کی یہ سیٹ لینا بڑا مہنگا معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اعتزاز احسن نے عدالت کے سامنے ایک ایسی دلیل پیش کی جس سے ایک دنیا اش اش کر اُٹھی کہ وزیر اعظم نے آپ کو رہا کیا تھا، آپ اُنہیں کیسے سزا دیں گے۔ یہ دلیل بیرسٹر اعتزاز احسن کی نہیں، کسی گاؤں کے چودھری کی ہوسکتی ہے۔ اتفاق سے چودھری اُن کے نام کا حصہ بھی ہے۔ لہٰذا آئندہ ہم اُنہیں صرف چودھری کہیں گے، اِس لیے کہ اعتزاز احسن تو زندہ ہیں، اللہ انہیں لمبی زندگی عطا کرے لیکن اِس دلیل کے بعد اُن کی وکالت وفات پاگئی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

جامع مسجد العابد، حیات سرروڈ گوجر خان میں

18 رفروری 2012ء بروز ہفتہ نماز عصر تا 24 رفروری بروز جمعہ دوپہر تک

مبتدی تربیتی کورس

کا آغاز ہورہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: مشتاق حسین 0321-5564042/0321-9506204

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638 0333-4311226

تفریق بین اللہ والرسل کا فتنہ

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ

احادیث نبویہؐ میں جس معین شخصیت کا ذکر دجال اکبر کے عنوان سے ہے، ابھی اس کا ظہور تو نہیں ہوا، اگرچہ شائد اب زیادہ دور کی بات بھی نہیں، لیکن جیسے کہ انگریزی میں کہتے ہیں coming events cast their shadows before، (مستقبل میں آنے والے واقعات کے سائے پہلے سے پڑنا شروع ہو جاتے ہیں) تو دجال اکبر کا ظہور کب ہوگا، کس شکل میں آئے گا، کہاں سے آئے گا، اس پر کچھ بحث نہیں ہے، لیکن دجالیت یعنی فتنۂ دجال کئی صدیوں سے نہ صرف یہ کہ شروع ہو چکا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کے سائے گہرے سے گہرے تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ میرے نزدیک یہ فتنہ اپنے آخری مراحل میں داخل ہو گیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ کفر کی بھی بہت سی شکلیں ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کے زمانے میں ایک کفر مشرکین کا تھا، ایک اہل کتاب کا اور ایک منافقین کا جو بظاہر مسلمان تھے لیکن بباطن کافر تھے۔ اسی طرح شرک کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ کفر و شرک کی مختلف شکلوں کی طرح دجالیت کے بھی بہت سے شیڈز اور مراحل ہیں۔ اس کی ایک خاص صورت جو اس فتنہ کے آخری مرحلے میں سامنے آ رہی ہے، وہ ہے تفریق بین اللہ والرسل۔ (اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا) یعنی اللہ کو مانیں گے لیکن رسول کو نہیں مانیں گے یا مانیں گے بھی تو آپؐ کی اطاعت، اتباع اور پیروی نہیں کریں گے۔ تفریق بین اللہ والرسل کے متعلق سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا واضح فیصلہ ہے کہ:

''یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور رسولوں کا کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس رسولوں کے درمیان تفریق (یعنی جدائی) پیدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ بعض کو ہم مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں گے (بعض پر ایمان رکھیں گے اور بعض کا کفر کریں گے) اور چاہتے یہ ہیں کہ اس کے بین بین ایک راستہ اختیار کریں (اُن کے بارے میں اللہ کا یہ فتویٰ ہے کہ) یہ لوگ کٹر کافر ہیں۔ (چاہے ایمان باللہ کا دعویٰ کریں، چاہے اللہ کی کتاب پر ایمان کا دعویٰ کریں، لیکن اگر رسول کا انکار ہو، رسول کی اطاعت اور اتباع کا انکار ہو تو یہ کافر ہیں، اس میں کسی قسم کے کسی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں) ان کے لئے ہم نے بہت اہانت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس سے واضح ہے کہ تفریق بین اللہ والرسل کفر ہے۔ سب رسولوں کو ماننا ضروری ہے۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ قرآن مجید میں جن انبیاء ورسل کا ذکر آیا ہے ان کو تو ماننا ہے ہی، ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہو جائے گا، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نبی اور رسول آئے ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، اُن کو ماننا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا فرمایا گیا: ''اے نبیؐ! بہت سے رسول ایسے بھی ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ کے سامنے کیا ہے اور ایسے بھی بہت سے ہیں جن کا ذکر نہیں کیا''۔ لیکن اجمالاً ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ تعین کے ساتھ ہم انہی کو مانیں گے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

تفریق بین الرسل قرآن مجید کا ایک مستقل مضمون ہے۔ اس ضمن میں دو مثالیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت سے پہلی آیت میں اور اس کے سولھویں رکوع کے آخر میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔ سولھویں رکوع میں فرمایا گیا:

''(اے مسلمانو!) کہو، ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر بھی جو ہم پر نازل کیا گیا اور اُس پر بھی جو ہم سے پہلے نازل کیا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) پر اور ان کی اولاد پر اور موسیٰ، عیسیٰ اور تمام نبیوں پر جو کچھ نازل کیا گیا ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ (یعنی تمام نبیوں کو مانتے ہیں)۔''

اسی طرح سورۃ البقرہ کی آخری سے پہلی آیت میں ہے:

''ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔''

اس وقت دجالیت کا جو سب سے بڑا سیلاب آ رہا ہے، اس کا اصل ہدف یہی ہے۔ اعدائے اسلام کی منزل تو یہ ہے کہ اسلام کی بچی کھچی تہذیب کا مکمل صفایا کر دیا جائے۔ اس ضمن میں ان کا آخری حملہ کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کر دینا۔

اب آئیے، تفریق بین اللہ والرسل کی تاریخ کا اجمالاً جائزہ لیں۔ آغاز اسلام میں سب سے پہلے اس کا مظاہرہ یہود کی طرف سے ہوا ہے۔ یہودی کہتے تھے کہ ہم اللہ اور یوم آخرت کو مانتے ہیں، ہمیں بھی مسلمان مانو، صاحب ایمان تسلیم کرو۔ خاص طور پر مدینے کے ابتدائی عہد میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھی تھی، لہٰذا اس وقت تک یہودیوں کے کان کھڑے نہیں ہوئے تھے کہ یہ کوئی نیا دین آ گیا ہے اور کسی نئی امت کی تاسیس ہو رہی ہے بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ تو ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کر رہے ہیں۔ اسی سے ہمت پا کر انہیں یہ کہنے کا موقع ملا کہ ہمیں بھی مانو کہ ہم مسلمان ہیں۔ دیکھو، ہم اللہ کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں، اگر محمد ﷺ کو نہیں مانتے تو کون سی بڑی بات ہے۔ بہر حال قرآن مجید نے فتویٰ دے دیا کہ یہ مومن ہرگز نہیں ہیں بلکہ کافر ہیں۔ دھوکہ دے رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں ایک مرض (تکبر) ہے۔ یہ کیوں نہیں مان رہے محمدؐ کو۔ اللہ نے ان کے مرض (تکبر) میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بسبب اس جھوٹ کے جو وہ بول رہے ہیں۔ (البقرہ:10)

منافقین بھی پورا زور دے کر کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن یہ کیا کہ ہر معاملے میں ہم آپ کو حکم تسلیم کریں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ آپ کا ہر حکم بھی مانیں۔ آپؐ کی رسالت کا کام پورا ہو گیا، آپؐ نے اللہ کی کتاب لا کر ہمیں دے دی۔ لہٰذا جو قرآن میں ہوگا ہم اسے تو مانیں گے لیکن آپ کا حکم، قول یا فرمان کیوں مانیں۔ اسی بنا پر سورۃ المنافقون کی پہلی آیت میں سب سے زیادہ شد و مد کے ساتھ

ایمان بالرسل کا ذکر کیا گیا اور منافقین کے ایمان کی نفی کی گئی۔ فرمایا:

"(اے نبی ﷺ!) جب یہ منافقین آپؐ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں۔ (ان کا آپؐ کی نبوت و رسالت پر کوئی ایمان نہیں ہے)۔"

خاص طور پر قتال کے بارے میں منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ خود محمد ﷺ نے اپنی طرف سے شروع کر دیا ہے۔ ابھی قرآن میں قتال کا ذکر ہی نہیں آیا، اس بارے میں کوئی سورت نہیں اتری۔ یہ جو مسلمانوں نے مکہ والوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے، یہ جو ان کے قافلوں کا پیچھا کر رہے ہیں، ان کی سیاسی تنہائی اور معاشی ناکہ بندی کے لئے جو اقدامات کئے جا رہے ہیں، ان کا تو اللہ کی کتاب سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی پر سورۂ محمدؐ نازل ہوئی ہے۔ اس میں فرمادیا گیا:

"تو نہیں! اے محمد ﷺ! آپ کے رب کی قسم۔ یہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ ہر معاملے میں جو ان کے سامنے آئے، آپ کو آخری حکم تسلیم نہ کرلیں اور اس کے بعد جو فیصلہ آپ کردیں اس کو تسلیم کریں جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔ پھر وہ اپنے سینوں میں آپؐ کے فیصلے پر تنگی بھی محسوس نہ کریں۔"

یعنی مان تو لیا ہے کہ مسلمانوں پر اپنے آپ کو تسلیم کروانا ہی ہے۔ لیکن سینے کے اندر تنگی ہے۔ اللہ نے سورۃ النساء میں فرمایا:

"ہم نے رسول بھیجا ہی اسی لئے ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔" (آیت:64)

امت مسلمہ کی تاریخ کی دوسری ہزاری کے آغاز کے وقت ہندوستان میں دین الٰہی کے نام سے بڑے شدومد کے ساتھ ایک فتنہ اٹھا۔ اِس کا ہدف بھی تفریق بین اللہ والرسل تھا۔ اکبر اعظم نے جو دین الٰہی شروع کیا جسے اکبر کی نسبت سے "دین اکبری" بھی کہہ دیا جاتا ہے، کا مقصد بھی یہی تھا کہ اللہ کو مانو، بس یہ کافی ہے۔ رسولوں کو ماننے سے تفرقہ اور افتراق پیدا ہوتا ہے، اس لیے کہ اُن کی شریعتیں جدا جدا ہیں۔ خود قرآن حکیم نے سورۃ المائدہ میں کہا ہے "ہم نے ہر ایک کے لئے ایک شریعت مقرر کی ہے اور ایک منہاج (طرزِ عمل) مقرر کیا ہے۔" اللہ سب کا ایک ہے، یہ اور بات ہے کہ لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ پرمیشور کہہ لیں، مہادیو کہہ لیں، پرماتما کہہ لیں، اللہ کہہ لیں، ایک ہی بات ہے۔ بس اللہ کو مانو، اس کو پوجو، اس سے محبت کرو، اس سے لو لگاؤ، اس کا قرب حاصل کرو، باقی چیزوں کو چھوڑو۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ (نعوذ باللہ)

اس فتنہ کے پیچھے اکبر کی سیاسی حکمت عملی بھی کارفرما تھی۔ وہ ان پڑھ لیکن بہت ذہین تھا۔ اس نے اندازہ کرلیا تھا کہ ہندوستان کا اصل مسئلہ مذہبی فرق و تفاوت ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس سے یہ تفرقہ مٹ جائے اور اس کی صورت یہی ہے کہ درمیان سے رسالت اور نبوت کا تصور نکال دیا جائے۔ پھر اللہ کو چاہے رام کہہ لو یا رحمان، کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اکبر نے ہندو عورتوں سے شادیاں کیں۔ یہاں تک کہ اس کا جانشین جہانگیر (شہزادہ سلیم) ایک ہندو عورت اجودھا بائی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اکبر تلک بھی لگاتا تھا، بتوں کو بھی پوج لیتا تھا، ڈنڈوت کرلیتا تھا۔ ہر رانی کے پاس بت موجود ہوتا تھا۔ وہاں جاتا تو بت کو سجدہ کرلیتا یا کم سے کم سر جھکا لیتا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ اکبر نے یہ سارا فتنہ سیاسی حکمت عملی کے تحت شروع کیا تھا، لیکن اس کی تائید اس تصوف سے بھی ہو رہی تھی جس میں ہمہ اوست اور وحدت الوجود گڈمڈ ہوگئے تھے۔ pantheism اور unity of existance دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ ان میں باریک سا فرق ہے۔ عوام اس فرق کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے ہاں بھی سرائیکی علاقے کے ایک صوفی شاعر نے کہا تھا کہ ؏ "مسجد مندر ہکو نور" (یعنی مسجد اور مندر تو ایک ہی نور ہے) رام کہہ لو، رحمان کہہ لو، کیا فرق پڑتا ہے۔ لاہور میں مادھولال حسین کا مزار ہے۔ یہ مادھولال ہندو تھا۔ البتہ اپنے نام کے ساتھ اُس نے حسین کا لاحقہ لگا لیا تھا۔ بہرحال اِس قسم کے تصوف اور اکبر کی حکمت عملی نے مل کر بہت بڑا فتنہ شروع کیا۔ کہا گیا کہ محمد ﷺ کی شریعت اور رسالت کا دور ختم ہو گیا۔ یہ ایک ہزار سال کے لئے تھا۔ چونکہ قرآن مجید میں دو جگہ یہ بات آئی ہے کہ اللہ کا ایک دن تمہارے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہے، تو اللہ کا ایک دن ختم ہو گیا لہٰذا شریعت و نبوت محمدی ﷺ کا دور اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ اب ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے۔ اس میں "دین الٰہی" چلے گا۔ الف ثانی کے اس فتنہ کے توڑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے جس شخصیت کو اٹھایا اس کا نام شیخ احمد سرہندیؒ تھا، جنہیں مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں اقبال کہتا ہے ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ملت اسلامیہ کی بنیاد تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر ہے، محض قرآن پر تو کوئی نظام بنتا ہی نہیں۔ نماز کا نظام نہیں بنتا تو اور نظام کیا بنے گا۔ نماز کا پورا نظام قرآن میں کہاں ہے؟ قرآن میں یہ تاکیدی حکم بکثرت آتا ہے کہ نماز قائم کرو مگر پانچ نمازوں کا ذکر کہاں ہے۔ نماز کی رکعتوں کا ذکر کہاں ہے کہ فجر کے دو فرض ہیں، ظہر، عصر اور عشا کی چار چار اور مغرب کی تین رکعتیں فرض ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسلام کا پورا نظام زندگی سنت سے بنتا ہے۔ ملت تو سنت سے بنتی ہے ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(اپنے آپ کو نبی مکرم مصطفیٰ ﷺ کے قدموں تک پہنچا دو کہ دین تو نام ہی آپؐ ہی کی ذات گرامی کا ہے۔ اگر آپؐ تک تمہاری رسائی نہیں ہوئی تو سب بولہبی ہے۔)

انیسویں صدی عیسوی میں فتنہ تفریق بین اللہ و الرسل نے ایک ہندو کے ذریعے سر اُٹھایا، جس کا نام راجہ رام موہن رائے تھا۔ وہ فارسی، اردو اور ہندی زبان کا بہت بڑا عالم تھا۔ ہندوؤں میں قومی سطح پر جو احیاء ہوا ہے وہ جن اشخاص کا مرہون منت ہے، اُن میں راجہ رام موہن رائے ایک اونچے مقام پر فائز ہے۔ یہ شخص موحد کامل تھا۔ برصغیر میں انگریز اٹھارہویں صدی عیسوی میں آگیا تھا۔ جنگ پلاسی کے بعد بنگال پر اس کا قبضہ ہو چکا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ سیلاب آگے بڑھ رہا تھا۔ انگریز نے کلکتہ میں پہلا پریس اور پہلا اسکول قائم کیا۔ ہندو مشنریوں نے عقیدہ تثلیث کی اشاعت کے لیے ہندی اور اردو میں ترجمہ کر کے لاکھوں کتابیں پھیلائیں۔ الحمدللہ، اس فتنہ سے مسلمان محفوظ رہے۔ اس کے جہاں اور بھی بہت سے اسباب ہیں وہاں اِس کا ایک بہت بڑا ذریعہ راجہ رام موہن رائے بنا۔ اس نے "آئینۂ تثلیث" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں توحید کا اثبات کیا۔ لیکن اس شخص نے بھی "دین الٰہی" کی طرز پر کام شروع کیا کہ یہ تفرقہ جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہے اس کو دور کیا جائے اور اِس

کی ایک ہی صورت ہے کہ ان میں اللہ کے نام پر اتحاد پیدا کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک خاص مجلس قائم کی۔ برہموسماج اس کا ایک خاص شعبہ بن گیا۔ برہما خدا کو کہتے ہیں۔ ایک برہما کو مان لو، خدا کو مان لو (خواہ اس کو اللہ کہہ لو، پرمیشور یا برہما کہہ لو) باقی چیزوں کو ذرا پس پشت ڈال دو، ان کی اہمیت کم کردو۔ سارا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ اس کا انتقال 1833ء میں ہوا۔

بیسویں صدی میں اس فتنہ کو گاندھی نے متحدہ قومیت کے نام سے پروان چڑھایا۔ اس کی بھی ایک سیاسی بصیرت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ انگریز کی غلامی سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں ہے جب تک ہندو اور مسلمان متحد نہ ہوں۔ مگر ان کے اتحاد میں شریعت اور مسلمانوں کی تہذیب حائل ہے۔ لہٰذا جب تک ان کو گڈمڈ کر کے ایک ہاون دستے میں ڈال کر اور کوٹ کر ایک نہ بنا دیا جائے تب تک یہ متحد نہیں ہوسکتے اور جب تک یہ متحد نہیں ہوں گے، آزادی حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب صبح کے وقت اس کی پرارتھنا ہوتی تھی، اس میں گیتا بھی پڑھی جاتی تھی، قرآن کی بھی تلاوت ہوتی تھی اور گروگرنتھ کو بھی پڑھ کر سنایا جاتا تھا، تاکہ معلوم ہو کہ ہم سب ایک ہیں۔ متحدہ قومیت کا یہ فتنہ اتنے شدومد سے اٹھا کہ مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کی سرکردگی میں بڑی تعداد میں علماء اس کے قائل ہوگئے اور انہوں نے مان لیا کہ آج کل دنیا میں قومیں وطن کی بنیاد پر بنتی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی اس فتنہ کا شکار ہوگئے۔ اس فتنہ کا توڑ علامہ اقبال نے کیا ہے جنہیں مجدد الف ثانیؒ سے خصوصی نسبت تھی۔ انہوں نے واضح انداز میں کہا کہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد وطن نہیں ہے، مذہب ہے اور مذہب نام ہے محمد ﷺ کی اطاعت واتباع کا۔ وطنیت کے بارے میں انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا ۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

1857ء کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کا پورا تسلط ہوگیا تو فتنۂ انکار حدیث اٹھا جس کا مقصد سنت رسول ﷺ کا استخفاف تھا۔ یہ فتنہ چونکہ مغرب سے درآمد شدہ فلسفہ سائنس کے زیر اثر تھا، لہٰذا پورے عالم اسلام میں برپا ہوا، بالخصوص ہندوستان اور مصر میں۔ مصر ثقافتی اعتبار سے عالم عرب کا امام ہے اور عجمی اسلام میں سب سے بڑھ کر اہمیت ہندوستان کو حاصل تھی۔ تقریباً پوری دنیا کی مسلم آبادی کا ایک تہائی ہندوستان میں تھا۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔ 50 کروڑ سے زیادہ مسلمان بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش میں ہیں جبکہ مسلمانوں کی کل آبادی لگ بھگ ڈیڑھ ارب ہے۔ ہندوستان میں فتنہ انکار حدیث کے سرخیل سرسید احمد خان تھے۔ علماء میں زیادہ تر اہل حدیث حضرات اس فتنہ کا شکار ہوئے۔ مولانا عبد اللہ چکڑالوی، چکوال کے قریب چکڑالہ کے بہت بڑے اہل حدیث عالم تھے۔ انہوں نے اس فتنے کو بڑے پیمانے پر پھیلایا۔ اسی طرح یوپی میں مولانا اسلم جیرراج پوری تھے۔ وہ بھی مسلکاً اہل حدیث تھے اور انہوں نے بھی اس فتنہ کو بھڑکایا۔ اسی طرح مولانا تمنا عمادی اور نیاز فتح پوری جو بہت اعلیٰ پائے کے مضمون نگار اور انشاء پرداز تھے، انہوں نے بھی اس میں اپنا حصہ ڈالا۔ پھر اس فتنے کو فروغ دینے میں غلام جیلانی برق بھی شامل تھے، اگرچہ آخر عمر میں ان کو ہدایت ہوگئی تھی۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ فتنہ جس شخص نے پھیلایا وہ غلام احمد پرویز تھا۔ اس کا طرزِ تحریر بھی اچھا تھا اور تقریر کا اسلوب بھی بہت عمدہ اور دلکش تھا۔ ظاہر ہے کہ فتنہ وہی شخص برپا کرسکتا ہے جس میں صلاحیت ہوتی ہے۔ عام آدمی کیا فتنہ برپا کرے گا، اور کرے گا تو پھیلائے گا کیسے۔ فتنہ تحریر وتقریر سے پھیلتا ہے اور ان دونوں چیزوں پر پرویز کو دسترس حاصل تھی۔ پنجاب نے دو غلام احمد پیدا کئے ہیں۔ ایک غلام احمد قادیانی جس نے ختم نبوت کی مہر توڑی اور اجرائے نبوت اور اجرائے وحی کا دعویٰ کردیا۔ اور دوسرا غلام احمد پرویز، جس نے ایک دوسرے اعتبار سے نبوت ورسالت کو زخم لگایا کہ نبی کی نبوت تو ہم مانتے ہیں، لیکن نبی کی اطاعت اور ان کا اتباع صرف ان کی زندگی تک تھا۔ فتنۂ پرویزیت آج بھی جاری ہے۔ ''طلوعِ اسلام'' کے نام سے ایک رسالہ بھی چھپ رہا ہے۔ پرویز کے کیسٹس بھی پھیل رہے ہیں، نہ صرف پاکستان کے مختلف حصوں اور علاقوں میں بلکہ باہر کے ممالک میں بھی۔ ان کی چھوٹی چھوٹی بزمیں ہوتی ہیں جیسے بزم طلوع اسلام جو یہاں پر ہوتی تھی۔ ایسی بزموں میں جمع ہوکر لوگ پرویز کی تقریروں کے کیسٹس سنتے ہیں۔ پرویز نے مطلقاً کبھی حدیث کا انکار نہیں کیا، بلکہ اس کا موقف یہ تھا کہ دائمی ہدایت اور دائمی قانون صرف قرآن ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن میں جہاں بھی سنت رسول ﷺ پر چلنے کا حکم آیا ہے یہ آپؐ کی حیات طیبہ کے لیے تھا۔ اس وقت رسول ﷺ مسلمانوں کے امیر بھی تھے۔ آپؐ کی اطاعت امیر کی حیثیت سے ہورہی تھی۔ پھر آپؐ مدینے میں سربراہ مملکت بھی بن گئے، تو آپؐ کی اطاعت حکمراں کی اطاعت ہوگئی، اس اعتبار سے کہ وہ مرکز ملت ہیں۔ اب بھی اطاعت مرکز ملت کی ہوگی۔ جب بھی اسلامی ریاست قائم ہوگی تو جو مرکز ملت ہوگا اس کی اطاعت ہوگی۔ یہ موقف اپنا کر پرویز نے رسالت محمدیؐ اور سنت محمدیؐ کی عملاً نفی کردی۔ اس نے کہا کہ ہم حدیثیں صرف وہی مانیں گے جنہیں قرآن کے مطابق پائیں اور یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ کوئی شے قرآن کے مطابق ہے یا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر، تشریح اور تعبیر اگر سنت سے آزاد ہوکر کی جائے تو قرآن کو موم کی ناک بنایا جاسکتا ہے، جدھر چاہیں موڑ دیں، جو چاہیں تعبیر کردیں۔ اس کی ایک مثال میں آپ کو دیتا ہوں۔ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ میں حکم آیا کہ چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ چنانچہ رسول ﷺ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ایک مخزومی خاتون تھی جو ایک بڑے اونچے گھرانے اور بنومخزوم کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھی جو ابوجہل کا قبیلہ تھا۔ اُس کا نام فاطمہ تھا۔ اس نے چوری کی تو اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا گیا۔ اس پر لوگوں میں بڑی بے چینی پھیلی کہ یہ بڑے اونچے خاندان کی عورت ہے۔ کیا اب اس کا ہاتھ کٹے گا؟ اِس پر اور تو کسی کو لب کشائی کی ہمت نہ ہوئی، البتہ بعض لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے خادم خاص تھے، کو ذریعہ بنایا کہ حضور ﷺ سے اُس عورت کی سفارش کریں کہ اس کی سزا معاف کی جائے کہ یہ اونچے خاندان کی عورت ہے۔ حضور ﷺ نے جب یہ بات سنی تو آپؐ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہوگیا، اور فرمایا: ''اے انسؓ! تم سے پہلے جو امتیں برباد ہوئیں وہ اسی لئے ہوئیں کہ جب اونچی سطح کے لوگ جرم کرتے تھے تو انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا اور غریب لوگ جرم کرتے تھے تو انہیں سزا دی جاتی تھی۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے گی (معاذ اللہ) تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔'' غلام احمد پرویز جب سنت سے آزاد ہوگیا تو

اُس نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی عجیب وغریب تعبیر کی۔ اُس کا کہنا ہے کہ اِس سے مراد یہ ہے کہ ایسا معاشی نظام بنادیا جائے جس میں چوری کی ضرورت ہی نہ رہے، جیسے والدین اپنے بیٹے سے محاورۃً کہتے ہیں کہ تم نے تو ہمارے ہاتھ کاٹ دیئے، تم نے ایسا قدم اٹھایا کہ ہم کچھ کرہی نہیں سکتے۔ وہ ''قطع ید'' کو ایک محاورے پر لے آیا کہ ہاتھ کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ماحول پیدا کردو، ایسا سوشلسٹ نظام برپا کردو جس میں ہر شخص کی ضروریات پوری ہورہی ہوں، تو کوئی بھی چوری نہ کرے گا۔ اُس نے کہا کہ ہاتھ کاٹنے کا مفہوم وہ نہیں ہے جو مولویوں نے بنالیا ہے کہ ہاتھ کاٹے جائیں۔ اندازہ کیجئے کہ ان لوگوں کی ڈھٹائی کا کیا عالم ہے۔ حالانکہ اسی آیت میں آگے یہ فرمایا گیا کہ: ''یہ درحقیقت ان کے کرتوت کا بدلہ ہے۔'' تو کیا عادلانہ نظام قائم کرنا لوگوں کے کرتوتوں کا بدلہ ہوتا ہے۔ آگے ہے، ''اور عبرت ہے لوگوں کے لئے اللہ کی جانب سے۔'' تو عبرت کیسے ہوگی؟ کیا عادلانہ نظام قائم کرنے سے لوگوں کو عبرت ہوتی ہے؟ قرآن مجید اپنی حفاظت خود کرتا ہے۔ قرآن مجید پر کوئی باطل حملہ آور نہیں ہوسکتا، سامنے سے نہ پیچھے سے۔ بہرحال چور کا ہاتھ کاٹنے کے بارے میں یہ پرویز کا موقف تھا اور یہ موقف آج بہت بڑے پیمانے پر تعلیم یافتہ لوگوں میں موجود ہے۔ ان کے ہاں درس قرآن کی مخلوط محفل ہوتی تھی جس میں مرد بھی ہوتے تھے اور نوجوان بے پردہ لڑکیاں بھی ہوتی تھیں۔ یہ فتنہ آج بھی بڑے شدومد کے ساتھ اور بہت بڑے پیمانے پر مغرب کے زیر اثر جاری ہے۔ ریاستی طور پر آج کا ایک بہت بڑا دجال امریکہ ہے۔ اس فتنہ کا ہدف اسلامی تہذیب کی بیخ کنی ہے۔ اس کا حربہ تفریق بین اللہ والرسل ہے۔ اللہ کو مانو، قرآن کو مانو اور اس کی من مانی تاویل کرو، رسولوں کو چھوڑو، ان کی باتوں کو چھوڑ دو۔ وہ تو اپنے وقت کے لئے تھے۔ انہوں نے وقتی کلچر پیدا کردیا تھا۔ یہ کوئی مستقل اور دائمی شے نہیں ہے۔ اس کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے۔ ایسے میں ہمیں رہنمائی قرآن مجید ہی سے لینی ہے جو کہتا ہے ''رسول (ﷺ) جو کچھ تم کو دیں ان کو سختی سے تھام لو اور جس سے منع کردیں، ان سے باز آجاؤ۔'' (سورۃ الحشر)

......

اظہار خیال

عمران خان - ایمان' سیاست اور اسلامی ریاست

محمد سمیع

میرے اندر ایمان نہ آتا تو میں کبھی سیاست میں نہ آتا۔ پہلی اسلامی ریاست خلافت راشدہ تھی۔ جہاد اعلیٰ ترین تصور ہے۔ نوجوان صحیح معنوں میں اسلام کو سمجھنے کے لئے علامہ اقبال کی تقلید کریں۔ یہ عمران خان کے وہ فرمودات ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب کی تقریب رونمائی کے موقع پر ارشاد فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاستدانوں کے پرانے گروہ میں سے کسی نے ان خیالات کا اظہار شائد ہی کبھی کیا ہو۔ اس اعتبار سے عمران خان ایک منفرد مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایمان کی نفی تو کسی کی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ بہرحال عمران خان کے کراچی میں سٹیج پر نماز پڑھنے سے اُن کا دین کی طرف رجحان نظر آیا اور یہ توفیق اُسی مسلمان کو ہوتی ہے جس میں ایمان کی کوئی رمق ہو۔ البتہ ہمارا مسئلہ یہ بن چکا ہے کہ ہمارے ہاں کے سیاستدان اتنے نامعتبر ہوچکے ہیں کہ اب قوم ان کی نمازوں کی ادائیگی کے ان مظاہر پر بھی مشکل سے اعتبار کرتی ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم تو تہجد گزار مشہور تھے، اور وہ بھی پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا عزم رکھتے تھے۔ اپنے اس عزم کی تکمیل کے لئے انہوں نے آئین میں آٹھویں ترمیم بھی کی تھی۔ دوعملی کی وجہ سے اُس کی شامل کردہ اسلامی شقوں کے تو خاطر خواہ نتائج نہیں نکلے البتہ آئین کی ایک شق پر ان سمیت ہمارے مختلف صدور نے عمل کرکے حکومتوں کو فارغ کردیا تھا۔ ان کا دیا ہوا نظام صلوٰۃ تو قائم نہ رہ سکا، البتہ نظام زکوٰۃ اب تک جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہنے کے امکانات ہیں، کیونکہ اس سے سیاستدانوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ویسے بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی کا جو طریقہ کار دیا گیا اس کے بارے میں بعض مذہبی حلقوں کی جانب سے یہ اعتراض سامنے آیا تھا کہ سیونگ بینک اکاؤنٹ پر ملنے والے سود میں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کی جارہی ہے۔ چند شرعی قوانین اور جاری معمول کے قوانین کے دوہرے نظام سے بدعنوان انتظامیہ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس کا اعتراف جنرل ضیاء الحق مرحوم نے یہ تسلیم کرکے کیا کہ ان کے دور میں رشوت کے ریٹ میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ مسئلہ یہ تھا کہ جو بھی شرعی قوانین انہوں نے نافذ کئے تھے اُن پر عمل درآمد جاری نظام کی بدعنوان انتظامیہ کو کرنا تھا۔ جبکہ شرعی قوانین اسی وقت مؤثر ہوسکتے ہیں جبکہ اُن پر عملدرآمد کرنے والے صالح افراد ہوں۔ کوڑوں کی سزاؤں کی زد میں اخلاقی جرائم کے مرتکب افراد تو کم ہی آئے، البتہ صحافی اور سیاستدان حضرات پر جتنے کوڑے ان کے دور میں برسے ہیں، شائد ہی ہماری تاریخ کے کسی دور میں ایسا ہوا ہو۔

عمران خان کو یہ مسئلہ درپیش ہے کہ جو لوگ ان کی تحریک میں شامل ہوئے ہیں ان کے بارے میں عوام میں کچھ اچھی رائے نہیں پائی جاتی الا ماشاء اللہ۔ تو کیا ایسے افراد کے ذریعے وہ ملک میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم انہی لوگوں کو ٹکٹ دیں گے جو ہمارے نظریہ پر کام کریں گے، جو لوگ ایسا نہیں کریں گے انہیں جانا پڑے گا۔ اب پتہ نہیں انہیں جانا پڑے گا یا عمران خان کی تحریک کو یہ لوگ ہائی جیک کرلیں گے۔ یہ بات تو طے ہے کہ عوام میں عمران خان کی جو پذیرائی ہورہی ہے وہ ان کی اپنی شخصیت کی بنیاد پر ہورہی ہے۔ لیکن انہیں اپنی تحریک پر گرفت رکھنے میں کتنی کامیابی ہوتی ہے یہ ان کی اپنی صلاحیتوں پر منحصر ہوگا۔ فی الحال تو لوگ خدشہ ظاہر کررہے ہیں کہ کہیں ان کا حشر بھی ق لیگ کے صدر میاں اظہر جیسا نہ ہو۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میاں اظہر بھی تحریک انصاف میں شامل ہوچکے ہیں۔ ہمارے وطن کے لوگوں کا حال تو یہ

ہے کہ ماضی میں مذہبی تحریک سے وابستہ ایک صاحب نے اپنی پارٹی سے الگ ہوکر اپنی ایک تنظیم بنائی تھی جس سے انہیں ایک مختصر سے عرصے میں خارج کر دیا گیا۔ جب یہ حال ہے تو عام سیاستدانوں سے کوئی بات بھی بعید نہیں۔

عمران خان نے یہ بھی فرمایا کہ پہلی اسلامی فلاحی ریاست خلافت راشدہ تھی حالانکہ اسلامی ریاست تو حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں قائم ہو چکی تھی جبھی تو خلافت راشدہ کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے۔ ویسے اس ہیچ مدان کو علم نہیں کہ خلافت راشدہ ہو یا اس کے بعد قائم ہونے والی مسلم ریاستیں، کسی نے بھی ریاست کے نام کے ساتھ شائد ہی ''فلاحی'' کی اصطلاح استعمال کی ہو۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلامی ریاست ہوگی تو وہ لازماً فلاحی بھی ہوگی، اس صورت میں فلاحی کے لاحقے کی کیا ضرورت رہتی ہے۔ لہٰذا مسلمان حکمرانوں نے اپنی ریاست کے فلاحی ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو، انہوں نے عملی طور پر لوگوں کے لئے فلاح کے کام میں ذاتی طور پر دلچسپی لی ہے۔ مجھے تو اس میں بھی مغرب سے مرعوب ذہنیت نظر آتی ہے۔ حالانکہ آج مغرب کی جن ریاستوں کو فلاحی ریاست کہا جاتا ہے وہ تو خود اسلام سے مرعوب ہیں جبھی تو وہ عمرلاء کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ہر اصطلاح کا ایک خاص مطلب ہوتا ہے۔ جب فلاحی ریاست کی بات کی جاتی ہے تو ذہن فوراً سکینڈے نیوین ممالک کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ تو وہاں فلاح کے ساتھ ساتھ اخلاقی زوال بھی موجود ہے۔ اُن کے جلسوں میں موسیقی کے پروگراموں سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی ہی کوئی فلاحی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں جس کا تعمیر اخلاق کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ شاید عمران خان موجودہ نظام کی اصلاح کر کے اسے فلاحی بنانا چاہتے ہوں جس کے نتیجے میں ملک فلاحی ریاست بن سکے۔ ہمیں تو محض اسلامی ریاست چاہئے اور اسلامی ریاست میں اغیار کا نہیں اسلام کا نظام خلافت ہو اور شرعی قوانین وہاں عملی طور پر نافذ ہوں۔ فی الحال تو ایسا لگتا ہے کہ اسلام کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہے کہ دستور میں تو یہ طے ہے کہ یہاں قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی لیکن اس کے باوجود یہاں سود، جوا، سٹہ سب چل رہا ہے۔ ہمارے وہ قانون ساز جنہیں عوام اپنے ووٹوں کے ذریعے قانون ساز اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں، آخر وہ کہاں ہیں اور ان کی موجودگی میں غیر اسلامی سرگرمیاں کیوں جاری ہیں۔

یہ غنیمت ہے کہ عمران خان جہاد کو سپریم کانسپٹ سمجھتے ہیں۔ لیکن دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ قوم کو اندیشہ یہ ہے کہ وہ بھی کہیں قوم کو جہاد اکبر کے چکر میں نہ ڈال دیں۔ جہاد کے کانسپٹ میں جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں شامل ہیں۔ جہاد اکبر تو ہر مومن کو ہر دم درپیش ہوتا ہے۔ جہاد اصغر کے برعکس ہمارے ہاں اسلامی ریاست کے خلاف غیر اسلامی قوتوں کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر کردار ادا کیا گیا اور اب بھی کیا جارہا ہے۔ جہاد اصغر تو امریکہ کے ساتھ طالبان گزشتہ دس سالوں سے کر رہے ہیں، جس کے نتیجے میں افغانستان پروجیکٹ امریکہ کے منہ میں سانپ بن کر رہ گیا ہے۔ ایک ایسا کمبل جس سے امریکہ جان چھڑانا چاہتا ہے لیکن کمبل اس کی جان نہیں چھوڑ رہا ہے۔

عمران خان کی تحریک کو نوجوان بھرپور سپورٹ دے رہے ہیں اور انہوں نے نوجوانوں کو صحیح مشورہ دیا ہے کہ وہ اسلام کو سمجھنے کے لئے علامہ اقبال کی تقلید کریں۔ علامہ اقبال قرآن کے طالب علم تھے اور قرآن ہی کو ہدایت کا منبع و سرچشمہ سمجھتے تھے۔ اُن کا بیشتر کلام درحقیقت قرآن پر ہی غور وفکر کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا نوجوانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ قرآن پر غور وفکر کی راہ اپنائیں جس کے نتیجے میں ان کی اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوگا۔ وہ علامہ اقبال سے ایک قدم آگے بڑھ کر اسلام پر عمل کرتے ہوئے نظر آئیں، تاکہ انہیں کوئی علامہ اقبال ہی کے الفاظ میں یہ نہ کہہ سکے کہ گفتار کے غازی تو بن گئے کردار کے غازی بن نہ سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل قرآن سے تعلق مضبوط کرنے میں ہے۔ قرآن سے ہمارا تعلق مضبوط ہوگا تو اس کے احکامات اولاً ہماری اپنی زندگیوں میں نفوذ حاصل کریں گے اور جب ہماری زندگیوں پر قرآن کے احکامات نافذ ہوں گے تو اجتماعی سطح پر بھی ہم اس کے نفاذ کے لیے جُت جائیں گے، جس کے نتیجے میں برپا ہونے والی تبدیلی صحیح معنوں میں تبدیلی کہلائے گی۔

عمران خان اگر ملک کو اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں تو یہ عوامی جلسوں میں موسیقی کے اہتمام، حقوق نسواں کے نعروں وغیرہ سے ممکن نہیں۔ اور نہ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ آپ اپنے ہم عصر سیاستدانوں کے ساتھ جارحانہ رویہ اختیار کریں۔ بیشک یہ آپ کی سرشت میں شامل ہے کیونکہ آپ کرکٹ فاسٹ بالر رہ چکے ہیں جو ہمیشہ جارحانہ باؤلنگ کرتا ہے اور Hard hitting batsman بھی رہے ہیں جو جارحانہ انداز میں بلے بازی کرتا ہے۔ لیکن سیاست کا میدان کرکٹ کے میدان سے مختلف ہے اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر کھیل کے اپنے قوانین ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے جلسے جلوسوں میں یہی کچھ ہونا ہے تو للہ دوسرے سیاستدانوں کی طرح اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں۔ گزشتہ 64 برسوں میں اقتدار کے حصول کے لیے اسلام کا نام اتنا استعمال ہو چکا ہے کہ اب اس کی مزید گنجائش نہیں۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس کے لئے رابطہ:
(مع جوابی لفافہ)

شعبہ خط وکتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

شہباز شریف - اللہ کے ڈر اور میڈیا کے خوف کے درمیان

انصار عباسی

میراثی کلچر اور قابل اعتراض کنسرٹس کے فروغ کے لئے میڈیا کے کردار اور سیاسی وحکومتی ذمہ داروں کی بے فکری و بے بسی پر لکھے گئے میرے گزشتہ کالم پر مجھے بے پناہ عوامی ردعمل ملا۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ ایک آدھ کے سوا تقریباً ہر شخص نے اس بات کی تائید کی کہ اسلام کے نام پر بننے والی اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیادوں کو فحاشی وعریانیت کے ذریعے تیزی سے کھوکھلا کیا جارہا ہے، جس میں میڈیا کا ایک اہم کردار ہے جبکہ تمام تر ذمہ دار محض تماش بین کا کردار ادا کررہے ہیں۔ حکومت پنجاب کے ایک اعلیٰ آفیسر نے مجھے بتایا کہ کمرشل کنسرٹس کے نام پر انتہائی فحش اور بے ہودہ پروگرام پنجاب کے مختلف شہروں میں منعقد کئے جاتے ہیں جس کی حکومت پنجاب کو مکمل اطلاع ہوتی ہے مگر اس کے باوجود کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی محض اس لیے کہ کہیں آرٹ اور کلچر کے نام پر ایسے حکومتی اقدام کو ہدف تنقید نہ بنایا جائے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ان قابل اعتراض کنسرٹس میں تقریباً برہنہ (Topless) خواتین ''فنکار'' اپنے ''فن'' کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ سینما گھروں میں بھی فلموں کے ساتھ ساتھ بے ہودہ ڈانس بھی دکھائے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا روک ٹوک جاری ہے۔ عوامی ردعمل کے برعکس قومی وصوبائی اسمبلیاں، وفاقی وصوبائی حکومتیں، سرکاری ادارے اور مشترکہ عوامی مسائل پر سوموٹو لینے والی اعلیٰ عدلیہ بھی اس مسئلہ پر خاموش ہے۔

ایک اطلاع کے مطابق اس وقت پاکستان بھر میں کیبل نیٹ ورک کے ذریعے درجنوں غیر قانونی چینلز (انڈین اور دوسرے) دکھائے جارہے ہیں جن کے ذریعے انتہائی قابل اعتراض فلمیں اور گانے چلائے جاتے ہیں۔ ان بے ہودہ چینلز کو دیکھنے والوں کی تعداد بھی کافی زیادہ ہے جبکہ پیمرا اور دوسرے متعلقہ اداروں کی طرف سے کوئی خاص کارروائی بھی نہیں کی جارہی۔ میڈیا کی ایک اہم شخصیت سے جب میں نے پاکستانی چینلز میں انٹرٹینمنٹ اور گانے بجانے کے نام پر فحاشی و عریانیت کے فروغ کی وجہ پوچھی تو اُن کا کہنا تھا کہ انڈین اور دوسرے غیر قانونی چینلز کے ذریعے دکھائی جانے والی بیہودگی اور گندگی نے پاکستانی چینلز کو بھی ایک حد تک ''کھلے ڈلے پن'' کا اظہار کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ اصرار اس بات پر کیا جارہا ہے کہ غیر قانونی چینلز کو بند کرکے ہی پاکستانی چینلز کو راہ راست پر لایا جاسکتا ہے۔ میری ذاتی رائے میں یہ صرف حیلے بہانے ہیں ورنہ جو غلط کام ہے وہ غلط ہی ہوتا ہے اور غیر قانونی فحاشی کا مقابلہ قانونی چینلز کے ذریعے دکھائی جانے والی فحاشی سے کرنے کا کیا مقصد۔ یہ بات طے ہے کہ جب تک حکومت اور متعلقہ حکومتی ادارے (پیمرا اور وزارت اطلاعات ونشریات) اپنی بنیادی ذمہ داری پوری نہ کریں گے اور قانون کی عملداری کو یقینی نہیں بنائیں گے فحاشی وعریانیت کا یہ سیلاب نہیں رک سکتا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بچے اور نوجوان ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں جو بحیثیت قوم ہمارے لئے مکمل تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے مگر تمام متعلقہ ادارے، حکومتیں، اسمبلیاں، عدالتیں اور میڈیا سب سو رہے ہیں۔

پنجاب اسمبلی نے صرف ایک قرارداد پاس کی مگر اس پر میڈیا نے ایسا دھادابولا جیسا کہ کوئی ظلم ہوگیا ہو۔ سب ڈر کر سہم گئے اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ میڈیا سے پوچھے وہ کہ کس کلچر کی وکالت اور کیسے پاکستان کا تصور پیش کررہا ہے۔ چند روز قبل میری پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف سے بات ہوئی تو میں نے اُن سے پوچھا کہ انہوں نے کبھی سوچا کہ دوسری حکومتوں سے بہتر کارکردگی کے باوجود ڈینگی اور جعلی ادویات کے عذابوں نے اُن کی حکومت کو کیوں آن پکڑا۔ وزیر اعلیٰ کا کہنا تھا کہ یہ اللہ رب العزت کی اُن پر آزمائش ہوسکتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے پنجاب اسمبلی کی اُس قرارداد کا مکمل طور پر صوبے بھر میں نفاذ کیوں نہیں کرتے جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ قابل اعتراض کنسرٹس منعقد نہ کئے جائیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اُن کے لیے دعا کی جائے اور وعدہ کیا کہ وہ اس معاملہ پر غور کریں گے۔ بے ہودگی، عریانیت اور فحاشی جیسی بیماریوں کا قلع قمع کرنا ہر حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اس معاملہ میں کیا کرتے ہیں۔ آنے والے دن یہ بات طے کردیں گے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں یا کہ میڈیا کے خوف سے اپنی اس بنیادی ذمہ داری سے پہلو تہی کریں گے جس کو پورا کرنے کے لئے وہ مذہبی، قانونی اور آئینی طور پر پابند ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میاں شہباز شریف صاحب کا مثبت قدم دوسری حکومتوں کے لئے بھی مشعل راہ بن جائے۔ انتظار اس بات کا بھی ہے کہ وفاقی وزارت اطلاعات اور پیمرا کب جاگیں گے تاکہ ٹیلی ویژن چینلز کو فحاشی وعریانیت سے پاک کیا جاسکے۔

معلوم نہیں وفاقی وزارت انفارمیشن ٹیکنالوجی اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کیسے اور کب انٹرنیٹ کے مثبت استعمال کے لئے چین، سعودی عرب اور دوسرے کئی ممالک کی طرح فحش سائٹس کو بلاک کریں گے۔ کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک پندرہ سالہ بچے عبداللہ نے حال ہی میں پی ٹی اے کو ساڑھے سات لاکھ فحش سائٹس کے انٹرنیٹ ایڈریس بھجوائے ہیں، تاکہ ان سب کو بلاک کیا جاسکے اور انٹرنیٹ کے مثبت استعمال کو یہاں فروغ دیا جاسکے۔ عبداللہ نے 2011ء میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو اس بارے میں ایک خط بھی لکھا تھا۔ محترم چیف جسٹس نے پی ٹی اے کو اس سلسلے میں ضروری ہدایات بھی دیں مگر ابھی تک کوئی خاطر خواہ کارروائی نہ ہوسکی۔ حال ہی میں میری پی ٹی اے چیئرمین سے بھی بات ہوئی۔ اُن کا کہنا تھا کہ وہ فحش انٹرنیٹ سائٹس کو بند کرنے کے پروجیکٹ پر کام کررہے ہیں۔ یہ پروجیکٹ کب شروع ہوتا ہے اور کب مکمل، یہ تو وقت ہی بتائے گا مگر آثار ابھی تک کوئی حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ گزشتہ سال اپوزیشن لیڈر چوہدری نثار علی خان

صاحب نے بھی مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ قومی اسمبلی میں فحاشی وعریانیت کے خلاف نہ صرف بات کریں گے بلکہ کچھ عملی اقدامات بھی تجویز کریں گے، تاہم ابھی تک اُن کی طرف سے بھی کوئی عملی اقدام نہ اُٹھایا جاسکا۔

حیرانی اس بات کی ہے کہ ماضی کے برعکس اسلامی جماعتوں نے ان مسائل پر مکمل خاموشی سادھی ہوئی ہے۔ نہ کوئی احتجاج کیے جا رہے، نہ ہی ان مسائل کو عدلیہ سمیت متعلقہ اداروں کے سامنے اٹھایا جا رہا ہے۔ اسلامی جماعتوں پر مشتمل دفاع پاکستان کونسل اگرچہ آج کل کافی سرگرم اور بڑے بڑے جلسے کرنے میں مشغول ہے مگر اس کونسل کی تمام تر توجہ پاکستان کی دفاعی سرحدوں اور نیٹو سپلائی لائن پر مرکوز ہے۔ مغرب اور ہندوستان کی بے رحم ثقافتی یلغار کے سامنے سب نے عوام کو بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے۔ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کون کرے گا؟؟؟ آج کل ہر گھر میں نیوز چینلز کو دیکھتے ہوئے بھی ٹی وی ریموٹ کو ہاتھ میں تھامنا پڑتا ہے کیونکہ نجانے کس وقت انٹرٹینمنٹ کے نام پر قابل اعتراض ڈانس یا کوئی دوسرا سین آجائے اور وہاں موجود خاندان کے افراد کو ایک دوسرے سے نظریں چُرانی پڑ جائیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی قاسم آباد کے مبتدی رفیق فاروق میمن رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے
- منفرد اُسرہ جوہر آباد کے مبتدی رفیق اللہ دین وفات پا گئے
- مقامی تنظیم سرگودھا کے نقیب حافظ محمد عبداللہ کی بھتیجی وفات پا گئیں
- حلقہ مالاکنڈ کی تنظیم بی بیوڑ (ضلع دیر) کے ملتزم رفیق حیات ولی کے دادا وفات پا گئے
- حلقہ مالاکنڈ کی تنظیم بی بیوڑ کے مبتدی رفیق عبداللہ کے والد صاحب فوت ہو گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حسابًا یسیرًا

☆ ☆ ☆

دعائے صحت کی اپیل

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم بٹ خیلہ کے ملتزم رفیق شوکت اللہ شاکر کے والد صاحب سخت علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ضروت رشتہ

☆ بیٹا، عمر 26 سال، دراز قد، تعلیم ایم اے (جاری) ذاتی کاروباری کے لیے دینی گھرانہ سے شرعی پردہ کی پابند ترجیحاً ہندوستانی / اردو سپیکنگ، لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ قد کم و بیش "5'2، تعلیم کم از کم بی اے ہو۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ:

0322-4004698,042-36371827

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنی نیک سیرت بیٹی، عمر 28 سال، قد "5'5، پرائیویٹ سکول میں وائس پرنسپل کے لیے تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-4099990

☆ کراچی میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، رفیق تنظیم، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس کمپیوٹر سائنس، ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل خوبصورت، دراز قد، امور خانہ میں ماہر، باپردہ، ماسٹرز گریجویٹ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ کراچی کے رہائشی رجوع کریں۔

برائے رابطہ: 0213-6931825

☆ مغل فیملی کو اپنی دو بیٹیوں عمریں بالترتیب 24 سال، (ایم ایس سی سٹیٹ) اور 23 سال (ایم اے سیاسیات) کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے مطلوب ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-8432218

ضروت ہے

ہمیں ایک فرض شناس ڈرائیور اور ایک چوکیدار کی ضرورت ہے۔ ڈرائیور ڈرائیونگ لائسنس کا حامل ہو جبکہ چوکیدار کے پاس ذاتی اسلحہ ہونا چاہیے۔ معقول مراعات اور رہائش کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء اور دینی پس منظر رکھنے والے اشخاص کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0333-4482381

النصر لیب
An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلرڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85

Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجر خان

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ نے 21 جنوری 2012ء کو جہلم کا دورہ کیا۔ اس سلسلے میں وہ دن ایک بجے جہلم تشریف لائے اور سب سے پہلے ناظم حلقہ اور امیر مقامی تنظیم کے ہمراہ ناظم بیت المال محمد اشفاق کے گھر گئے، اور اُن کی زوجہ محترمہ جو کچھ دن پہلے وفات پا گئیں تھیں، کے لیے دعائے مغفرت کی اور اشفاق صاحب کے بیٹوں کی دلجوئی کی اور انہیں صبر کی تلقین کی۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی طیبہ مسجد پہنچے جہاں انہوں نے نماز ظہر پڑھائی۔ اِس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا۔ اس دوران نائب ناظم اعلیٰ برائے شمالی پاکستان خالد محمود عباسی بھی پہنچ چکے تھے۔ تین بجے امیر تنظیم اسلامی کی رفقاء کے ساتھ نشست ہوئی۔ سب سے پہلے نائب ناظم اعلیٰ نے مختصر گفتگو کی۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی نے رفقاء کی طرف سے پوچھے گئے سوالوں کے جوابات دیئے، اور رفقاء پر زور دیا کہ وہ گاہے بہ گاہے منہج انقلاب نبوی کا مطالعہ کرتے رہیں۔ بعدازاں ناظم اعلیٰ نے مختصر گفتگو کی۔ یہ سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے بعد امیر محترم راولپنڈی روانہ ہوگئے۔ اس پروگرام میں 75 رفقاء نے شرکت کی۔ تنظیم اسلامی جہلم نے پروگرام کی احسن طریق سے میزبانی کی۔ (مرتب: محمد زمان)

تنظیم اسلامی ہارون آباد کا ماہانہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی ہارون آباد کا ماہانہ تربیتی اجتماع 15 دسمبر 2011ء صبح دس بجے مرکز تنظیم اسلامی ہارون آباد میں ہوا۔ پروگرام کی میزبانی امیر مقامی تنظیم محمد شفیق نے کی۔ انہوں نے سب سے پہلے پروگرام کا تعارف کروایا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، جس کی سعادت ملتزم رفیق حافظ بشیر احمد نے حاصل کی۔ بعدازاں سجاد سرور نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے حدیث رسول ﷺ ''عقلمند وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ سے اُمیدیں لگائے'' کے حوالے سے فکر آخرت پر گفتگو کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ پنجاب شرقی محمد ناصر بھٹی نے سورۃ الکہف کی آیات 26 تا 30 کی روشنی میں فتنۂ دجال اور اُس سے بچاؤ کا طریقہ واعمال بیان کئے۔ اُس کے بعد فقیر والی کے رفیق حافظ ابوبکر نے دنیا کی بے ثباتی اور موت کو یاد رکھنے کے حوالے سے چند احادیث بیان کیں۔ بعدازاں چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد امیر حلقہ نے دین اور مذہب کے مروجہ تصور میں فرق کے موضوع پر لیکچر دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ اسلام ایک مکمل دین ہے، جو انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی گوشوں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور رفقاء کو کھانا کھلایا گیا۔ اس پروگرام میں 30 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: رانا محمد عرفان)

تنظیم اسلامی شاہ فیصل رفیلیر کے تحت نہی عن المنکر پروگرام

تنظیم اسلامی شاہ فیصل رفیلیر کراچی کے زیر اہتمام 25 دسمبر 2011ء کو نہی عن المنکر پروگرام ترتیب دیا گیا۔ اس پروگرام کے لیے مقامی رفقاء کی ایک بڑی تعداد نے علاقے کے نہایت مصروف اور پُر رونق بازار لیاقت مارکیٹ کی ایک مسجد میں نماز ظہر ادا کی۔ بعدازاں رفقاء کے 6 گروپ تشکیل دیے گئے۔ ہر گروپ میں 7 رفقاء شامل تھے۔ ہر گروپ کو مناسب تعداد میں پلے کارڈز، بروشرز اور ہینڈ بلز مہیا کیے گئے اور اُن کے کام کے لیے ایک بلاک مختص کر دیا گیا۔ اس موقع پر کارنر میٹنگز بھی کی گئیں، جن کے ذریعے مقررین نے حاضرین کے سامنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کو واضح کیا۔ یہ پروگرام اذانِ عصر تک جاری رہا۔ اس دوران رفقاء نے پروگرام سے وابستگی اور نظم وضبط کا مثالی مظاہرہ کیا۔ عوام وخواص کی بڑی تعداد نے اس پروگرام کو پسند کیا اور پذیرائی بخشی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں مال وجان سے جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!) (رپورٹ: سرفراز حسین خان)

حلقہ پنجاب شرقی عارف والا کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی کے حلقہ پنجاب شرقی کے تحت 5 تا 13 جنوری 2012ء رینالہ خورد سکول میں مرد وخواتین کے لئے ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا تھا۔ یہ پروگرام بعداز نماز عشاء ہوتا رہا، جس میں سورۃ الحدید سے سورۃ محمدؐ تک مدنی سورتوں کا مطالعہ کروایا گیا۔ پروگرام میں درس کی ذمہ داری نثار احمد شفیق نے ادا کی۔ پروگرام کے آخری روز دانش ولی نے ملٹی میڈیا پر فہم دین پروگرام پیش کیا۔ اس پروگرام میں مرد وخواتین کی حاضری 200 کے قریب تھی۔ پروگرام کو سامعین نے بہت پسند کیا۔ پروگرام کے اختتام پر 3 احباب نے تنظیم اسلامی میں شمولیت کا فارم پُر کیا۔ اللہ رب العزت ہم سب کو بیعت سمع وطاعت کا خوگر بنائے، راہ حق میں استقامت عطا فرمائے، اور ہمارا حامی وناصر ہو۔ (آمین) (رپورٹ: عابد حسین)

تنظیمی اطلاعات

حلقہ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم سیالکوٹ جنوبی میں حافظ نعیم صفدر بھٹہ کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کی جانب سے مقامی تنظیم سیالکوٹ جنوبی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد حافظ نعیم صفدر بھٹہ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم کراچی وسطی میں سید محمد سلمان کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم کراچی وسطی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد سید محمد سلمان کو مقامی تنظیم کراچی وسطی کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم ناظم آباد میں خالد بشیر کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم ناظم آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد خالد بشیر کو مقامی تنظیم ناظم آباد کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم نارتھ ناظم آباد میں عطاء الرحمٰن عارف کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم نارتھ ناظم آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد عطاء الرحمٰن عارف کو مقامی تنظیم نارتھ ناظم آباد کا امیر مقرر فرمایا۔

become "dunya based" instead of "aakhirat based". Deen is extolled and esteemed because it provides an unparalleled solution for all of our economic problems and fills our stomachs better than any other ism.

In the midst of consumerism, we are becoming more like animals, because the definition of happiness and pleasure accepted by us does not differentiate us from other species. Consumerism has consumed our souls, though we still claim the possession of it, but our actions do not substantiate our claim. Now the question arises: what is the cure? Imam Ghazali رحمہ اللہ in his "Ihya" always gives two types of treatments: the epistemological and the practical. The former is always more effective and durable because it deals with the root cause and slashes it. The latter gives some immediate results and is more apt to common people. I will just mention the second one because if one shows persistency and firmness in acting upon it, by Allah's grace, he will himself see the dreadful face of consumerism and will feel the real tranquility and happiness that supersedes all other kinds. This cure lies in doing exactly the opposite of what consumerism wants you to do. Start doing *infaq fee sabilillah*, spend your money excessively on the poor and the needy. Make your heart soft and feel the pain of others. Don't see any right over your wealth, see yourself as a medium whereby Allah fulfils the needs of others. Don't consume too much but make other people share your wealth. It will cure your heart; try it! Allah says:

> "Take alms from their wealth in order to purify them and sanctify them with it, and invoke Allah for them. Verily, your invocations are a source of security for them; and Allah is All-hearer, All-knower." [9:103]

So rescue your soul before it drowns itself in the most stinky ocean of consumerism!

❁ ❁ ❁

خلافت فورم

☆ نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ﷺ ہونے میں کیا فضیلت ہے؟

☆ کیا حضور ﷺ کے احکامات کی پیروی کا حکم آپؐ کے دور اور زمانے تک کے لیے تھا؟

☆ حب رسولؐ کے اصل تقاضے کیا ہیں؟

☆ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام جیسے معجزات کیوں نہیں دکھائے؟

☆ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر کیا ہے؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org
"**خلافت فورم**" میں دیکھیے

مہمان : حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

میزبان : ایوب بیگ مرزا

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز
media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

CONSUMERISM: CONSUMING OUR SOULS

Everyone with some light in his heart can see the radical metamorphosis in some basic concepts that has taken place in modern times. Concepts like happiness, contentment, pleasure, joy etc. have been reconstructed and redefined to fit in the biggest scam that has ever been played on mankind i.e. capitalism. This ideology cannot establish itself without bringing a basic change in the human perception of reality. Capitalism is not just an economic system but a world-view which necessitates a certain economic behavior known as consumerism. It is the logical conclusion of the assumptions on which capitalism bases itself. It defines happiness and pleasure in a way that was never known to the traditional minds, but now this new definition has made in-road into the hearts of practicing believers and deluded them so much that they see no contradiction in it to their faith.

It gives us a new definition, "happiness and joy lies, not in some religious practice, but in the consumption of more goods". "Happiness without consumption is illusion." It says, "In order to consume you need goods and to acquire these goods in which your happiness stays in concealment you need money and money requires your precious time". It is the building block of money. Here comes the well-known notion "time is money" wherefrom we can induce the whole mentality of the modern age. Consumerism gives us this so-called "beautiful" equation:

Time=money=goods=consumption=happiness

We see the triumph of this equation everywhere in our life. It is this equation that determines our goals and priorities in life. It is this, which confers value to things or divests them of it. It is this, which provides the basis of our relation with others and gives us a certain behavior known, in an ordinary sense, as individualism. It is becoming so difficult, in modern times, to conceive of a relation devoid of any economic grounds. Similarly, the sales-person morality is the only conceivable morality. It is the result of this mindset that we hear so many people taking west as a role model in morality.

However, consequently we see a disaster in human relations resulting from this rampant consumerism. Relations that used to join hearts together are nowhere to be found anymore. What we find is a bunch of empty stomachs mutually connected in order to fill themselves up. But they will never be filled except by the dust of their graves. Economics has become the sole definer of our individual as well as our collective lives. It is the only lens available to analyze the most important matters of our life. Now it is doing something even worse. It has created an illusion in most of our minds that the idea of Islamic revolution is equal to the economic prosperity and all the other aspects are secondary. Although this idea is not articulated plainly, but it is evident in the dawah approach that is undertaken by many of sincere Muslims, in which the worldly benefits resulting from deen completely hold sway on their minds. In other words, our dawah has